ولی، ولایت، مولیٰ

عربی زبان کی وسعت
کی آڑ میں
الفاظ کی شعبدہ بازی اور فریب سازی

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تمہید	1
2	عربی زبان کی غلط وسعت کی آڑ لے کر معنوی استقلال تباہ کیا گیا:	6
3	معنوی تحریف کے اسباب:	11
4	لغات القرآن سے ''ولی اور ولایت'' کی تائید وحمایت اور راہنمائی	12
5	ولی وولایت کے معنی حاکم اور حکومت ہوتے ہیں	13
6	وَ لَایَۃ کے معنی ''حکومت اور اقتدارِ ملک'' ہوتے ہیں	14
7	وہ ترکیب جس کو حربہ بنا کر لفظ ولی اور اُس سے بننے والے الفاظ کے معنی بدلے	14
8	ولیؑ اور ولایۃؑ کے معنی کی تصدیق عربی انگریزی لغت سے	15
9	''ولی'' وہ مخصوص لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمایا۔	16
10	غلام اور آقا یا مولیٰ کا تصور	18
11	مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ۔۔۔۔مولیٰ بمعنی غلام، ایک گہری سازش:	23
12	قریشی اسلام میں غلامی اور کنیزی کا جواز	25
13	لفظ ''فتیٰ'' کے معنی میں بھی تحریف، یہاں بھی علیؑ مرتضیٰ زد میں:	27
14	اللہ بھی مولیٰ ہے:	31
15	ولی اور مولیٰ کی اہمیت، خصوصیت اور وسعت:	32
16	قریش کے اولیاء بقول مولانا مودودی بھی ولایت وامامت کے متحمل نہیں ہیں۔	37
17	اللہ کے بعد رسولؐ اللہ کی ولایت تسلیم:	38
18	حقیقی ولایت کا معیار:	40

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
45	طاغوت کو ولی نہیں بنایا جاسکتا۔ ولایت کی شرائط:	19
46	''ولی'' کے معنی بدلنے میں چالاکی، الفاظ کی شعبدہ بازی	20
47	لفظ ''رفیق'' کے معنی	21
47	''رفیق'' اور ''ساتھی'' کے معنی واضح ہو جانے کے بعد علامہ کی بددیانتی	22
48	لفظ قَرِینٌ کے معنی دیکھئے	23
51	لفظ ''اصحاب'' کے معنی:	24
53	لفظ ''مولیٰ'' کے معنی	25
61	اللہ اور رسولؐ کے بعد ولایت الٰہیہ کا تعین	26
68	''ولیؑ '' کی مخالفت کرتے کرتے آخر علیؑ کو موروثی اور ازلی ''ولیؑ '' ماننا پڑ گیا یعنی علیؑ کے والدؑ کو آنحضرتؐ کا بھی ''ولیؑ '' مان لیا۔	27
68	ولی کو صاحبِ سلطان فرمایا گیا ہے اللہ نے ''ولی'' کی نصرت کا وعدہ کیا اور ''ولی'' کو منصور قرار دیا ہے (قرآن)	28
69	''وَلی'' ہی ''مُتوَلّی'' ہوتا ہے	29
75	ولایت کے عملی پہلو	30
78	شریعت کا طریقہ اور ولایت کا عمل	31
88	حج کا مقصد اور ولایت سے تعلق	32
88	ولایتؑ ہی مکمل دین ہے۔ تمام انبیاؑ ولایتِ علویہ کو قائم کرنے کیلئے مبعوث ہوئے	33
94	قرآن میں نازل شدہ لفظ ''ولی'' کے معنی مترجمین کی نظر میں:	34

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

دعوت ذوی العشیرہ تک کے حالات یعنی نبوت کے اعلان سے تین سال بعد تک کے حالات سے قریشی مرکز (نبوت و ولایت و وصایت کا مخالف گروہ) نبوت اور اعلان نبوت کو خاندان بنو ہاشمؑ کی حرکات مذبوحی شمار کرتا رہا اور مولا علی علیہ السلام کی وزارت وخلافت واطاعت کے اعلان پر بھی قریش کو یہ وہم تک نہ ہوا کہ مولا علیؑ کی وزارت اُن کا سارا کس بَل نکال کران کا زورتوڑ دے گی اور ایک دن انہیں اِس حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال کر سرنگوں کھڑا ہونا پڑے گا۔ بہرحال تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وزیر علیہ السلام واقعی رسوؐل کی مطلق العنان حکومت قائم کرلے گا۔اس یقین کے بعد قریش نے وہ تاریخ ساز فیصلہ کیا تھا جو طبری کی قلم سے خلیفہ دوم کی زبانی تحریراً موجود ہے۔ جس کے مطابق ''رسوؐل پاک کے وصال کے بعد اقتدار وحکومت کسی قیمت پر بھی خاندان بنی ہاشم (علیؑ واولا دعلیؑ) میں منتقل نہ ہونے دیں گے۔''اس فیصلہ کے بعد انہوں نے طے کر لیا تھا کہ انہیں اپنا نشانہ محمدؐ کو نہیں بلکہ علیؑ کو بنانا ہے۔ چنانچہ اس مخالف گروہ کے چند سرکردہ لیڈروں نے سیاسی طور پر اسلام اختیار کرلیا اور ایک مسلم محاذ تشکیل دے کر وہ تمام ترکیبیں اور راہیں سوچ سمجھ کر اختیار کیں جن سے تمام قسم کے مسلمان عموماً اور آنحضرؐت خصوصاً قریش کو مولا علیؑ کا دوست خیال فرمائیں۔ اور مولا علیؑ کی دوستی کی بنا پر اُن پر خصوصی توجہ دیں۔حقیقتاً دلی طور پر قریش نے مولا علیؑ سے بڑا دشمن کسی اور کو کبھی نہیں سمجھا اور کسی اور سے اتنا بے رحمانہ وسنگدلانہ سلوک کبھی نہیں کیا۔واقعات کا تقاضا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ قریش کو آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعاً دشمنی نہ تھی اور نہ آج تک ہے اور اگر تھی تو وہ بھی

مولا علی علیہ السلام کی وجہ سے تھی۔حضرت علیؑ قریش کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے اور قیامت تک رکاوٹ رہیں گے۔عہد رسولؐ میں ہوں یا بعدِ رسولؐ ،قریش کی جب بھی مذمت ہوئی یا آئندہ ہو گی وہ مولا علیؑ کی وجہ سے ہوتی تھی اور ہوتی رہے گی۔اور قریشی مسلمانوں نے جب بھی اللہ رسولؐ اور قرآن سے بددیانتی اور خیانت برتی وہ صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام کی وجہ سے تھی۔دشمنی کا اصل سبب وہی دعوت ذوی العشیر ہ کا اعلان اور حکومت الٰہیہ کی سربراہی تھا اور یہ اعلان نہ محمدؐ کی غلطی تھی نہ علیؑ کا قصور تھا۔یہ اللہ کا حکم تھا۔اوراس حکم میں قریش ہی کو نہیں بلکہ ان تمام قبیلوں ،خاندانوں اور موجودہ اقوام کے نمائندوں ،سرپنچوں یا عشیر کو دعوت دی گئی تھی جن سے آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت وحکومت کا تعلق رہنا تھا۔اوران سے چاہا تھا کہ وہ اپنے اندر سے حضورؐ کو ایک ایسا شخص انتخاب کر کے دیں جو اُدھر اُن سب کا صحیح اور آخری نمائندہ ہو اور اِدھر رسولؐ اللہ کی ہمہ گیر حکومت کی وزارت یا ذمہ داریاں کما حقہٗ سنبھال سکے۔نمائندگان نے اسے مذاق سے زیادہ کچھ نہ سمجھا۔ٹال دیا،ٹھکرا دیا اور جب انہیں مولا علیؑ کے نظام وزارت واَمارت وولایت نے سنجیدہ حالات سے دوچار کیا تو اب انہوں نے قوت ومکر سے حکومت پر قبضہ کی راہیں نکالیں اوراسلامی تعلیمات میں تاویلیں کر کے،قوم سے سازباز کر کے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر رسولؐ پر اقربا پروری کا الزام لگا کر قومی حکومت کی راہ ہموار کی۔احکاماتِ رسالت مآبؐ کی نافرمانی اوراحادیث رسولؐ کا بلیک آؤٹ کر کے قرآن کو اپنے حسب حال کرلیا۔

اس تخریب کاری کا سلسلہ دورِ نبوت ہی سے شروع ہو گیا تھا جب آنجناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،آپ کی پاک آلؑ اور آپؐ کی قوم کے تذکرے قرآن کی صورت

میں پیش کیئے جارہے تھے تو آپؐ کی نام نہاد قوم کے لیڈروں نے کہا تھا۔

"۔۔۔۔ان میں سے جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انہوں نے رسوؐل سے کہا یا تو آپؐ اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آئیں تو ہم مان لیں گے یا اسی میں معنوی تبدیلی کے اصول کو تسلیم کرلیں۔۔۔" (10/15)

اس تجویز کو اللہ نے نامنظور کر دیا اور رسوؐل اللہ سے جو جواب دلوایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دانشورانِ قوم چاہتے تھے کہ:

1) وحی خداوندی کی لفظی و معنوی سو فیصد پیروی نہ کی جائے۔

2) اس میں ذاتی علم و تجربے و مصلحت اور تقاضائے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح کر لی جایا کرے۔

3) وہ لوگ ایسا کرنے کو نہ احکام خداوندی کی خلاف ورزی اور گناہ و نافرمانی سمجھتے تھے اور نہ قیامت میں ایسی نافرمانی کو قابل مواخذہ و عذاب سمجھتے تھے۔

قیافہ شناسوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد لیڈرانِ قوم خلافت وحکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ رسوؐل اللہ حضرت علیؑ کے حق میں باقاعدہ فرمان جاری فرمادیں، رسوؐل اللہ ہی کو راستہ سے ہٹادیں۔ واقعات و حالات گواہ ہیں کہ غزوہ احد میں رسوؐل اکرم کو تیغ بکف دشمنوں میں گھِرا ہوا چھوڑ کر اپنی جانیں پیاری کر کے پہاڑ پر چڑھ دوڑے تھے۔ رسوؐل اللہ کی پکار بھی نہ سنتے تھے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر رات کے وقت پہاڑی سے گرا کر شہید کرنے کا پروگرام جو اللہ تعالیٰ نے طشت از بام کر دیا۔ آخرکار دواؤں کے بہانے زہر خورانی سے آنحضرؐت کو راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہوگئے۔

حضرت علیؑ کی ولایت وخلافت وامارت ان لیڈران قوم کے قلب وذہن پر اس قدر رسوار تھی کہ رسوؐل اللہ کی شہادت کی اندوہناک خبر بھی انہیں متاثر نہ کرسکی ابھی چند ماہ پہلے حجۃ الوداع کے موقعہ پر غدیرخم کا چلچلاتی دھوپ میں ساڑھے تین گھنٹے کا خطبہ،عید کا سماں، تین دن بیعت کا سلسلہ لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ چلا آرہا تھا۔اس خطبہ میں خاتم الانبیاؐء نے فرمایا تھا ''اے لوگو! اللہ عزوجل کا خوف رکھو اور امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور اُنؑ کے فرزندانِ گرامی کی بیعت کرلو۔ یہ آئمہؑ اللہ عزوجل کے کلمۂ باقیہ ہیں۔'' سیدالانبیاؐء نے 15 مرتبہ آئمہ طاہرینؑ کا ذکر فرمایا اور تین مرتبہ شہنشاہِ زمانہؑ کا اسم مقدس لے کر تعارف فرمایا۔

انہیں خوف تھا کہ کہیں مولا علیؑ اور ان کے حامی اصحاب مولا علیؑ کی خلافت الٰہیہ کا اعلان نہ فرمادیں۔یہی خوف انہیں آنحضرتؐ کی تجہیز وتکفین میں شمولیت سے مانع رہا۔اس دوران سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوکر اپنی خودساختہ خلافت نصب کردی گئی۔اس طرح رسوؐل اللہ کی تجہیز وتکفین سے پہلے ہی اسلام کا بٹوارا ہوگیا۔ایک محمدؐ وآلِ محمدؑ کا اسلام اور دوسرا حکومتی اسلام کی صورت میں سامنے آگیا۔یہ دونوں اسلام مخلوط حالت میں چلتے رہے۔ بالآخر 61ھ میں دونوں اسلاموں کے درمیان خوفناک تصادم ہوا اور محمدؐ وآل محمدؑ کا اسلام حسینیتؑ کی صورت میں اصل بنیادوں پر قائم ہوگیا۔حکومتی اسلام نے یزیدیت کی صورت اختیار کرلی۔

قارئین کرام! یہ مختصر تاریخی پس منظر اس لئے ضروری تھا کہ آپ اندازہ لگاسکیں کہ ولایت علویہ کو روکنے کے لئے یہ نام نہاد قوم کسی حد تک جاسکتی ہے۔اس تاریخی پس منظر

میں واقعہ کربلا کے علاوہ مختلف ادوار میں صدیقۃ الکبریٰ کو حق وراثت سے محروم کرنا اور جھٹلانا، جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان، واقعہ حرّہ، مسجد نبویؐ کی بے حرمتی، بیت اللہ کی آتش زدگی، اولادِ علی آئمہ معصومین علیھم السلام کی نظر بندیاں اور زہر دے کر شہید کرنا اور حضورؐ امام قائم آل محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیبت بھی شامل کرلیں۔

عہد نبوت میں، دورِ بنوامیہ میں خصوصاً اور آج تک عموماً ہر اس آیت کی تاویل کر کے رُخ موڑا گیا ہے جو ذرہ برابر بھی ولایت علیؑ و اولادِ علیؑ کی طرف اشارہ کرتی ہو۔ ہر کلیدی لفظ کے معنی تبدیل کیئے جاتے رہے۔ ڈکشنریوں میں ایک لفظ کے بیس بیس غلط اور متضاد معنی کو رائج کیا۔ عربی زبان کی وسعت کا بہانہ کر کے الٹا اس کو تنگ دامن بنا دیا۔ اس قانونی زبان کو مصدری معنی سے ہٹا کر لاقانون بنا دیا۔ قرآن تبدیل کرنے کی درخواست کی گئی۔ معنوی تبدیلی کی اجازت مانگی گئی۔ قرآن کو مختلف روایات کا سہارا لے کر مشکوک کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح ایک قرآن کے بجائے کئی قرآن وجود میں آگئے۔ حکومتی اسلام کی سیاہ کاریوں کی پردہ پوشی اور لیپا پوتی کے لئے خود کو بے اختیار اور مجبور محض ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اسلام میں موجود کافروں (اپنے فائدہ کے لئے حقائق چھپانے والے) ایسے بزرگ لیڈروں پر اسلام کا دبیز پردہ ڈال کر محفوظ کیا گیا۔ قرآن میں موجود لفظ ''کفر'' کا ترجمہ ''منکر'' کر کے تمام تر الزامات و سرزنش اور سزائیں منکریں کے کھاتے میں ڈال دیں۔ یہاں تک کہ توجیہات پیش کر کے اپنی سیاہ کاریوں کے الزام اللہ عزوجل کی ذات پر لگانے سے بھی نہیں باز آئے۔

عربی زبان کی غلط وسعت کی آڑ لے کر معنوی استقلال تباہ کیا گیا:

عربی زبان کے معنوی استقلال کو عموماً اور قرآن کریم کے الفاظ کو خصوصاً تباہ کیا گیا ہے تاکہ حضرت علیؑ کے لئے استعمال شدہ الفاظ کے معنی کو بدل بدل کر اتنا مشکوک کر دیا جائے کہ بڑے سے بڑا محقق بھی زیر تحریف الفاظ کے معنی کا صحیح تعین و تشخص کرنے میں ناکام ہو کر رہ جائے۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف ایک لفظ ''ولی'' کی تخریب پر صرف ایک قریشی عالم علامہ مودودی کی کوشش آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی گفتگو کے دوران آپ کو قریش کی اس ہمہ گیر سازش کا پتہ چل جائے گا جس کے ماتحت انہوں نے اپنے رائج کردہ غلط معنی سے لغات یا ڈکشنریوں کو بھی بھروا دیا ہے تاکہ معنی تلاش کرنے والا خود گم ہو کر رہ جائے اور جو گم نہ ہونا چاہے وہ مجبور ہو کر وہی معنی اختیار کرے جو قریشی سازش نے پسند کئے تھے ''ولی'' اور ''اولیا'' کے معنی و مفاہیم کو بکھیرنے، بگاڑنے اور مشکوک کرنے میں دور حاضر کے سب سے بڑے قریشی عالم علامہ مودودی تمام سابقہ علماء سے بڑھ گئے ہیں۔ ان الفاظ کے معنی کو تباہ کرنے کے لئے عربی زبان کی غلط وسعت کی آڑ اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''6۔ اصل میں لفظ ''اولیاء'' استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔ معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرز عمل ہیں۔ جن کو قرآن مجید میں ''اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی'' بنانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن کا تتبع کرنے سے لفظ ''ولی'' کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

قارئین اس زیر بحث آیت (60/1) میں اللہ نے مومنین کو منع کیا ہے کہ ''تم میرے دشمنوں کو ولی نہ بناتے رہو'' مگر علامہ لفظ ''ولی'' کے وہ مفاہیم لکھتے ہیں جو بقول اُن کے ''گمراہ انسان'' ''ولی'' کے متعلق اختیار کرتے ہیں۔ اور اس ہیرا پھیری کے بعد ان مفاہیم کو اس آیت (60/1) کے ہی نہیں بلکہ سارے قرآن کے سر چپکا کر مسلمانوں کو کھلا دھوکا دیتے رہے ہیں۔ بہر حال علامہ حضور نے ولی سے متعلق جو کافرانہ مفاہیم اختیار کئے ہیں درج ذیل ہیں۔

''1۔ جس کے کہنے پر آدمی چلے، جس کی ہدایت پر عمل کرے۔ اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین وضوابط کی پیروی کرے۔ (نساء آیات 118 تا 122۔ سورہ اعراف 3، 27 تا 30)'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

''2۔ جس کی راہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اُسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے۔ (البقرہ 257۔ بنی اسرائیل 97۔ الکھف 50,17۔ الجاثیہ 19)'' (ایضاً صفحہ 480)

''3۔ جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ بھی کروں وہ مجھے اُسکے بُرے نتائج سے، اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اُس کے عذاب سے بچا لے گا (النساء 173,123۔ الانعام 51۔ الرعد 37۔ العنکبوت 22۔ الاحزاب 65۔ الزمر 3)'' (ایضاً صفحہ 480)

''4۔ جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اُس کی مدد کرتا ہے، آفات و مصائب سے اُس کی حفاظت کرتا ہے، اُسے روزگار دلاتا ہے، اولاد دیتا ہے،

مرادیں برلاتا ہے،اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے(ہوڈ 20۔الرعد 16۔ العنکبوت 41)۔‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)۔

قارئین نے نوٹ کرلیا ہوگا کہ مودودی نے صرف ایک لفظ (ولی) کے اتنے معنی و مفاہیم لکھ دیئے ہیں کہ قاری ان چاروں نمبروں کے ماتحت لکھے ہوئے معنی میں سے کسی ایک معنی کو اختیار کرنے میں ہچکچائیں گے۔اور جس مفہوم کو اختیار کریں گے اُسے اختیار کرنے میں اُن کے پاس کوئی ایسی دلیل نہ ہوگی جس سے باقی معنی کو ترک کرنا جائز ہو جائے۔اور یہی صورت خود مودودی کے سامنے آئی ہے۔اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ: ’’بعض مقامات پر قرآن میں ’’ولی‘‘ کا لفظ اِن (چار نمبروں میں مذکور معنی) میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ سارے مفہومات مراد ہیں‘‘۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480۔481)

یعنی یہ فیصلہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے کہ قرآن میں لفظِ ولی کے کون سے معنی کہاں کیئے جائیں؟اور کون سے معنی کو کہاں اور کیوں چھوڑ دیا جائے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جس مترجم کا جو دل چاہے لفظِ ’’ولی‘‘ کو وہی کچھ بنا لے مگر مودودی کی چوحدِّی کی حدود سے باہر نہ نکلے۔

ایسے فریب ساز علما اردو دان قاریوں کو نہایت چالاکی اور چابکدستی سے عربی زبان اور قرآن کے معنوی استقلال کو تباہ کر کے قرآن کے غلط معنی کو صحیح معنی بنا کر گمراہ کرتے چلے آئے ہیں۔عربی زبان کی وسعت کا رعب جھاڑنے کے لئے ایسا جملہ بولتے بھی رہتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں کہ ’’عربی زبان بہت وسیع زبان ہے اس میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں‘‘ یہ یا اس جیسا جملہ سن کر عربی زبان سے ناواقف لوگ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ اگر

واقعی عربی زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں تو اس سے وسیع تر اور کوئی زبان نہیں ہوسکتی۔ایسے جملے فریب انگیز اور عربی زبان کی توہین کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔

عربی دنیا کی دوسری سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے اور اس زبان کو مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے تقریباً 30 مما لک کے ہاں سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔اس وقت غالباً دنیا کی واحد زبان عربی ہی ہے جس کے الفاظ ولغت میں تنگ دامنی پیش نہیں آئی اور حروف تہجی میں سے کوئی تین حرف ملا لئے جائیں تو عربی زبان کا ایک بامعنی لفظ اور کلمہ بن جاتا ہے۔مزید یہ کہ یہ واحد قانونی زبان ہے کہ جس میں کئی سو سال گزر جانے کے باوجود بھی معمولی سے لہجوں کے فرق کے علاوہ اور کوئی تبدیلی کوشش کے باوجود بھی پیدا نہیں کی جاسکی۔

عربی زبان واقعی ہمہ گیر و وسعت والی با قانون زبان ہے بلکہ تمام زبانوں سے آسان زبان ہے (سورہ نحل 16/103) یہ بات ہم نے عربی کارسپانڈینس کورس ''احسن الحدیث'' سے ثابت کی ہے۔

قارئین یاد رکھیں کہ وہ زبان ہرگز وسیع نہیں ہوسکتی جس میں ہر تصور کے اظہار کے لئے مستقل الفاظ موجود نہ ہوں۔جس زبان کا ایک ایک لفظ کئی کئی معنی میں بولا جاتا ہو، وہ انتہائی تنگ دامن زبان ہوتی ہے۔مثلاً اگر ہمیں کسی کو یہ کہنا ہو کہ۔(i) بھائی تم یہاں آؤ۔ (ii) بھائی تم بیٹھ جاؤ۔(iii) کیا تم کھانا کھاؤ گے؟ (iv) بھائی تم کب جاؤ گے؟ اور اسی طرح کی دس بارہ باتیں اور بھی کرتے ہیں اور ہر بات کے لئے عربی زبان کا صرف ایک لفظ یا جملہ بولتے چلے جائیں تو سوچئے کہ جس زبان میں ایک ایک لفظ کو جتنے زیادہ معنی میں

بولا جائے گا اس زبان میں اتنے ہی الفاظ کی کمی ماننا ہوگی۔ یعنی اس زبان میں نہ ہی تو:

1) بیٹھنے کے لئے کوئی مستقل لفظ ہے اور نہ ہی،

2) کھانے کے لئے کوئی لفظ ہے۔ اور نہ ہی،

3) جانے کے لئے کوئی لفظ ہے۔

یعنی وہ زبان اتنی تنگ دامن ہے کہ اُس میں چند گنتی کے الفاظ ہیں جنہیں ہیر پھیر کر کئی کئی مطالب کے لئے بول کر کام چلایا جاتا ہے لہٰذا کسی زبان میں ایک ہی لفظ کے کئی کئی معنی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس زبان میں اُن ''کئی معنی'' کے لئے الفاظ کا قحط ہے۔ ایک ہی لفظ ہے جسے رگڑ رگڑ کر کام چلایا جاتا ہے۔ ایسے فریب ساز اور جاہل علما کو بتائیے کہ عربی کی وسعت یہ ہے کہ پوری نوع انسان کے ذہن میں آج تک جتنے خیالات و تصورات آئے ہیں اور جتنے تصورات قیامت تک آنا ممکن ہیں۔ اُن تمام تصورات کے لئے عربی زبان میں پہلے سے مستقل و غیر متبدل الفاظ موجود ہیں۔ اور عربی زبان ہی دنیا کی ساری (245) زبانوں میں ایسی زبان ہے جس میں ایک لفظ کے یا کسی بھی ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ اُس ''دوسرے'' ''معنی'' کے لئے بھی عربی زبان میں ایک مستقل لفظ موجود ہے تو دو معنی ہونے کی ضرورت کیوں ہوگی؟ البتہ قریش نے عہد رسولؐ ہی میں قرآن کے علوی الفاظ کو کئی کئی معنی میں بولنے کا طریقہ جاری کر دیا تھا۔ حالانکہ جن دوسرے معنی میں وہ کسی لفظ کو استعمال کرتے تھے اُن معنی کے لئے عربی میں مستقل الفاظ موجود تھے۔ منشا اور مقصد اُن کا یہی تھا جو مودودی اینڈ کمپنی کا ہے کہ قرآن کے الفاظ کے معنی کا استقلال تباہ کر دیا جائے (سورہ فرقان 25/30) اور جس لفظ کے جو معنی

چاہیں استعمال کر کے حقیقتِ حال کو چھپا دیا جائے۔اس طرح حقیقت کو چھپانا ہی ''کفر کے اصلی معنی ہیں'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) اور اسی چھپاتے رہنے کی بنا پر قریش کو اسلام لانے کے باوجود کافر کہا جاتا رہا ہے۔اور اس کافرانہ حقیقت کو چھپانے کی غرض ہی سے تمام کافروں یعنی تمام قریشی علمانے کفر کے معنی اسلام کا انکار کئے ہیں جب کہ لفظ انکار خود عربی زبان کا لفظ ہے۔چنانچہ مودودی نے مندرجہ بالا اپنے چار یاری نمبروں میں جو معنی ومفاہیم لفظ ''ولی'' کے سر چپکائے ہیں اُن تمام مفاہیم ومعانی کے لئے قرآن میں مستقل الفاظ موجود ہیں۔

معنوی تحریف کے اسباب:

قرآنی الفاظ اور آیات کی معنوی تحریف عہد رسوؐل ہی سے شروع ہوگئی تھی۔اس تحریف کے لئے یہود ونصاریٰ کے مجتہدین و ماہرین کو مدد اور ہدایت کے لئے شامل کیا گیا تھا۔ یہ سلسلہ بعدِ وفاتِ نبیؐ جاری رہا اور آج تک جاری چلا آرہا ہے۔اس تحریف کے اسباب میں اولین سبب وہی دعوت ذوی العشیر ہ کا اعلان وحکومت ووزارت واطاعتِ علیؑ مرتضیٰ ہے۔ دانشورانِ قریش نے اسی وقت طے کرلیا تھا کہ لفظ مولیٰ ہی کے نہیں بلکہ قرآن میں استعمال شدہ ہر اس لفظ اور آیات کے معنی ومفاہیم تبدیل کردیں گے جس سے مذکورہ حکومت و وزارت کی طرف توجہ جاتی ہو۔یا حضرت علیؑ و اولادِ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت بیان ہوئی ہو۔

ان آیات کے معنی بھی تبدیل کرنے ضروری ہوگئے جن میں لیڈران وقوم قریش کی مذمت بیان ہوئی ہو یا ان لیڈران کو تمام مومنین کی آڑ میں چھپانا مقصود ہوتا ہے۔قرآن

کے معنی بدلنے کا ایک سبب مترجمین کے اپنے مذہبی تصورات ہیں جن کو قرآن کا سہارا دینے کے لئے یہ بد دیانتی اختیار کی جاتی ہے تا کہ قومی حکومت اور اجتہاد کا جواز مل جائے اور قرآن سے جاہل لوگوں کو اللہ و رسوؐل کا جانشین مانا جائے۔

لغات القرآن سے ''ولی اور ولایت'' کی تائید وحمایت اور راہنمائی:

قریشی حکومتوں اور ان کے علما نے قرآن اور صاحبِ قرآن علیؑ مرتضٰی علیہ السلام کی عظمت کو گھٹانے اور کم کرنے کے لئے ہمہ قسمی کوششیں کی ہیں۔انہوں نے اپنے سازشی پروپیگنڈہ کو ساری دنیا میں پھیلایا ہے۔ یہ کام کرنے کے لئے انہیں ابلیس کی طرح اللہ نے قیامت تک مہلت دی اور چھ سات سو سال تک ان کی حکومت و اقتدار ساری دنیا پر چھایا رہا۔انہوں نے قرآنی الفاظ کے جو معنی گھڑے تھے اُن کو لغات کی صورت میں شائع کرا کے دنیا میں رائج کیا۔انہیں اہل زبان اور رسوؐل کے ہم مذہب سمجھ کر لوگوں نے ان کے بیان کردہ معنی کو صحیح سمجھ کر اختیار کیا اور اپنی زبانوں میں وہی ترجمہ کیا اور عربوں کے پھیلائے ہوئے تصورت کے ماتحت ایک ایک عربی لفظ کے کئی کئی مختلف ومتضاد معنی خود بھی اپنی تیار کردہ لغات میں بھر دیئے۔ یوں قرآن اور عربی زبان عجمی زبانوں کی لائن میں کھڑی کر دی گئی۔لیکن قریشی اقتدار وحکومت نہ تو قرآن کے متن کو بدل سکا اور نہ عربی زبان کے قوانین میں ردّو بدل کر سکا۔اس لئے ہم آج بھی اُن کی سازش کی پردہ دری کر سکتے ہیں۔

الفاظ ''ولی''، ''مولٰی''، ''ولایت'' کا مادّہ یا بنیاد ''و-ل-ی'' ہے۔اسی مادّہ یا بنیاد سے الفاظ 1۔ولی، 2۔مولٰی، 3۔وَلایت، 4۔اَوْلٰی، 5۔تولّٰی، 6۔تَولُّوْا، 7۔مَتوَلّٰی، 8۔یَتَولّٰی، وغیرہ وغیرہ بہت سے الفاظ بنتے ہیں۔اور یہ مسلمہ ومتفقہ قانون

ہے کہ جو معنی مادّہ یا مصدر میں ہوتے ہیں، وہ اس مادّہ سے نکلنے والے ہر لفظ کے ساتھ مستقلاً وابستہ رہتے ہیں۔یعنی بنیادی، لغوی، وضعی یا مصدری معنی کبھی بھی کسی حال اور کسی صورت میں جدا یا غائب نہیں ہوتے۔سوائے اس کے کہ کوئی کم علم یا فریب ساز شخص غلط جگہ پر استعمال کر دے۔بہرحال اس مادّہ و۔ل۔ی سے اوّلین مصدر وَلَایَۃٌ ہے۔ہم آپ کو لغات القرآن میں بھرے ہوئے متضاد و متخالف وخلافِ قانون معانی کے باوجود لفظ ولی کے حقیقی اور قانونی معنی دکھاتے ہیں۔

تَوَلَّ = "تُو پھر آ" "تُو ہٹ جا" "تو منہ پھیر لے"۔تَوَلِّیْ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی "کسی سے دوستی رکھنے" "کسی کام کو اٹھانے" اور "والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں" (لغات القرآن عبدالرشید جلد 2 صفحہ 213)

اس بیان میں کوئی معنوی قانون بیان کئے بغیر قریشی بکواس بھی لکھی ہے مگر بہرحال والی ہونا اور حاکم ہونا بھی مان لیا ہے۔اور مادہ (و۔ل۔ی) اور مصدر (ولایۃ) کی رو سے صحیح معنی یہی ہیں۔باقی وہ غلط استعمال ہے جو مودودی کے بیانات میں دکھایا جا چکا ہے۔یعنی قریشی علمانے اس لفظ کو "پھر آنے، ہٹ جانے اور منہ گھمانے کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے تا کہ معنی میں استقلال نہ رہے۔

ولی وولایت کے معنی حاکم اور حکومت ہوتے ہیں

دو صفحات کے بعد لکھا ہے کہ: تَوَلَّیْتُمْ = "تم پھر گئے" "تم نے منہ موڑا" "تم والی ہوئے، تم حاکم ہوئے" تَوَلِّیْ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب" (ایضاً صفحہ 215)

معلوم ہو گیا کہ تَوَلِّیْ مصدر ہے اور مصدری معنی والی اور حاکم ہونا ہیں۔

وَلَایَۃ کے معنی ''حکومت اور اقتدارِ ملک'' ہوتے ہیں

اور ملاحظہ ہو: وَلَا یَتِهِمْ = مصدر مضاف (سَمِع) هِمْ ضمیر مضاف الیہ، ''اُن کی مدد''
(زمخشری) اور بقول اکثر مفسرین ''میراث''

زمخشری نے لکھا ہے وِلایت ''حکومت اقتدار ملک'' اور وَلایت نصرت۔ مدد۔'' (کشاف) جلد 6 لغات القران صفحہ 133)

قریشی استعمال اور ہتھکنڈوں کے باوجود حقیقی معنی ''حکومت اور اقتدار ملک'' موجود ہیں۔

وہ ترکیب جس کو حربہ بنا کر لفظ ولی اور اُس سے بننے والے الفاظ کے معنی بدلے گئے ہیں

اسی لغات القرآن (جلد 5 صفحہ 473-472) سے یہ بھی دیکھ لیں کہ قریش کا وہ کون سا حربہ تھا جس کی آڑ میں الفاظ کے معنی بدلنا جائز کیا تھا۔ یعنی وہ جس لفظ کے معنی بدلتے تھے اُس لفظ میں ایسا معنوی پہلو پیدا کر لیتے تھے جس کو سامنے رکھ کر دھڑ ادھڑ معنی بدلے جاسکیں۔ چنانچہ لغات القرآن میں لکھا گیا ہے کہ:

مَوَالِیْکُمْ = جمع مضاف۔ کُمْ۔ مضاف الیہ ''تمہارے دینی دوست۔ وَلَاءٌ اور تَوَالِی دو چیزوں میں ایسی کیفیت اِتّصالیہ کہ اجنبیت حائل نہ رہے۔ مجازاً مراد قرب ہوتا ہے، کیسا ہی ہو مکانی یا نسبی یا دینی یا دوستی کے لحاظ یا اعتقاد کے لحاظ سے یا امداد کے اعتبار سے یا مالکیت اور مملوکیت کے اعتبار سے۔ وَلَایَۃٌ امداد وِلَایَۃ ''حکومت کی ذمہ داری'' ''کسی کام کا ذمہ دار ہونا'' وَلِیٌّ اور مَوْلٰی دونوں ہم معنی ہیں۔ ہر ایک کے معنی میں قرب و اتصال کا مفہوم ماخوذ ہے۔ اسی لئے دونوں لفظوں کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور بندوں پر بھی۔ اہل ایمان اور فرمانبرداروں کا اللہ وَلِی اور مَوْلٰی ہے'' (لغات القرآن جلد 5)

قارئین نوٹ کریں کہ ساری دنیا میں ''ولی عہد'' آئندہ ہونے والے جائز اور نامزد بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔اگر کوئی ولی کے معنی دوست اور عہد کے معنی زمانہ کر کے ولی عہد کے معنی ''زمانہ دوست'' قرار دے وہ یقیناً قریشی نطفہ کی یا قریشی مذہب کی پیداوار ہوگا۔ لغات القرآن کے اس آخری بیان سے قریش کا حربہ یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے لفظ ولایۃ ، وَلِّی اور وِلَا اور وَالِی میں ایک اتصال یا قرب فرض کر کے ہر قربت رکھنے والے معنی میں استعمال کر لیا۔حالانکہ وہاں ہر لفظ کے لئے پہلے سے بنا بنایا ایک عربی لفظ موجود تھا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ جن معنی یا مفاہیم کو ادا کرنے والے الفاظ موجود ہوں اُن معنی اور مفاہیم میں کسی اور لفظ کو استعمال کرنا غلط ہے۔

ولیؐ اور ولایۃؔ کے معنی کی تصدیق عربی انگریزی لغت سے

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو لغت '' الفرائدالدّریه''فِیُ الُّغَتَیُنِ الُعَرَ بِیَّۃِ وَ الُاِنُکِلِیُزِیَّۃِ '' سے بھی چند مقامات دکھا کر مودودی سے ملائیں۔

وَلِیَ وِلَا یَۃً ۔ 1.To be set over (a province),to have charge of

ترجمہ:1۔کسی صوبہ پر حکمران بنایا جانا ۔ 2۔کسی چیز کی ذمہ داری سنبھالنا۔

وَلِی۔ '' کسی پر حکومت کرنا '' To rule a.o

وَلَّی تَوُ لِیَۃً ، وَ اَوُلَی اِیلاَء To set a.o. over, To intrust a.o with the government of (a province), the management of (an affair).

ترجمہ۔ کسی کو کسی پر ذمہ داری کے لئے تعینات کرنا۔کسی کو کسی صوبے پر حکومت کے

اختیارات دینا۔کسی معاملے کا انتظام کرنا۔

وِلَایَة ۔ Government,management of a province, supremacy,dominion.

ترجمہ۔ حکومت، کسی صوبے کا انتظام، اختیار اعلیٰ، مقبوضہ۔

اَلْوَلَایَاتُ الْمُتَّحِدَة (متحدہ ریاستیں) The united states

وَلِیُّ الْعَهد (امیدوار شہزادہ) Crown Prince

''ولی'' وہ مخصوص لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمایا۔

قرآن کریم میں اللہ اور مخلوق میں تعلق اور اظہار کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تر وہ الفاظ، مصطلحات، استعارے اور انداز بیان انتخاب کئے گئے ہیں جو سلطنت و بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں ۔انسانی زبان میں ایسے کون سے شاہانہ الفاظ، شاہانہ اصطلاحات اور شاہانہ انداز بیان ہوسکتا ہے؟ اللہ کی اس لامحدود کائنات پر حکومت واقتدار ظاہر کرنے کے لئے کون سا لفظ ان تمام الفاظ سے مناسب ترین ہوسکتا ہے جو بادشاہوں، شہنشاہوں اور سربراہانِ مملکت کے لئے بولا جاسکے؟ عربی زبان میں۔ 1۔مالک۔ 2۔سلطان۔3۔امیر۔4۔حاکم، ہی ایسے الفاظ ہیں جو راجوں، مہاراجوں، بادشاہوں اور شہنشاہوں کے لئے مشہور اور مستعمل ہیں۔لیکن اللہ نے خود کو نہ کہیں آمر فرمایا نہ قرآن میں اپنے لئے لفظ سلطان استعمال کیا۔نہ حاکم نہ امیر کو اختیار کیا۔البتہ صرف ایک جگہ اپنے لئے ''ملک الناس '' (114/2) انسانوں کا بادشاہ فرمایا۔لیکن الفاظ سلطان، ملک، حاکم، صرف انسانی بادشاہوں کے لئے استعمال فرمائے ہیں۔لیکن وہ مخصوص لفظ جو اپنی شان کے

لئے پسند کئے اور قرآن میں بار بار اور جگہ جگہ استعمال کئے ہیں۔وہ ہیں ۔ا۔وَلی ۔۲۔مَوْلیٰ اوران الفاظ کی خصوصیت ظاہر فرمانے اور خالصتاً ان الفاظ کو اپنی ذات سے منسوب کرنے کے لئے ان دونوں الفاظ کی کفار اور مشرکین اور بے دین اور بدنہاد لوگوں سے نفی کر دی ہے۔یعنی اللہ ان کا خالق بھی ہے۔ مالک بھی رب بھی ہے اور اللہ بھی نگران کا وَلی اور مولیٰ بننے پر رضا مند نہیں ہے۔اللہ نے اپنے لئے قدرت واقتدار وسلطنت کے اظہار کے لئے لفظ وَلی یا مولیٰ اختیار فرمایا ہے۔اس لئے کہ عربی زبان میں کوئی دوسرا لفظ اُن مفاہیم کو ادا نہیں کرسکتا جو اس عظیم الشان لفظ میں مرکوز ہیں۔ان مفاہیم کا ذکر کرنے سے پہلے قارئین کی خدمت میں ضمناً عرض ہے کہ جس طرح اللہ نے تمام انسانوں کو منع کیا ہے کہ وہ ازخود کسی کو سجدہ یا کسی کی عبادت نہ کریں۔اسی طرح اپنی سوجھ بوجھ اور عقل سے کسی کو وَلی اور مولیٰ بنانے کو بھی منع فرمایا ہے۔یعنی وہ مقام جو لفظ وَلی اور مولیٰ کے لئے مخصوص ہے۔اللہ کے حکم کے بغیر کسی اور کو ولی اور مولیٰ مان لینا حقیقی معنی میں شرک ہے اور اسی ایک عقیدے کی وجہ سے قریش کو مشرک قرار دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے ایسے لوگوں کا اقتدار وولایت وحکومت تسلیم کی جو اللہ کی طرف سے منتخب ومقرر نہ تھی اور نہ ہی وہ ولی ولایت کی معیار پر پورے اترتے تھے۔

وہ لوگ جنہیں مولیٰ کی مخالفت کی بنا پر مشرک کہا گیا ہے مندرجہ ذیل عقائد اور اسلامی حقائق کو مانتے ہوئے بھی مشرک تھے۔

1)وہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں سے رزق دینے والا حقیقی رازق مانتے تھے۔

2)وہ انسانی قویٰ سماعت وبصارت کا مالک وخالق اللہ کو مانتے تھے۔

3)وہ مانتے تھے کہ اللہ مردہ اور بے جان چیزوں مادّہ وغیرہ سے صاحبانِ حیات و باشعور زندگی پیدا کرتا ہےاور وہی زندگی سے موت کو برآمد کرتا رہتا ہے۔

4)اوران کا ایمان تھا کہ اس کائنات میں یہ کام اور یہ انتظام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

یہ تمام عقائد بتا کر اللہ نے ان مشرکین میں جو نقص بتایا وہ یہ ہے کہ وہ متقی نہیں تھے(10/31) ان اسلامی عقائد پر ایمان رکھنے کے باوجود اللہ کے حکم کے بغیر کسی اور کو وَلی اور مولیٰ مان لینا شرک ہےاور شرک ہی وہ خاص گناہ ہے جو کسی طرح معاف نہیں کیا جا سکتا وہ لوگ سیدھے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک دیئے جائیں گے۔یعنی ان کے نیک اعمال بھی ضائع اور برباد ہو جائیں گے۔

غلام اور آقا یا مولیٰ کا تصور:

ولی و مولیٰ کے معنی کا تعین کرنے کے لئے غلام اور آقا یا مولیٰ کا فرق اور معیار ذہن نشین کرنا ضروری ہے تا کہ کوئی مغالطہ اور گنجلک نہ رہ جائے۔جو شخص دین کو سمجھ بوجھ کر اختیار کرے اور اپنی خوشی اور دل کی رضا مندی سے اپنے لئے مفید سمجھ کر اپنے تمام اختیارات وقدرت واعمال وافکار اور وسائل ومتعلقات کو اللہ ورسوؐل کے سپرد کر دے اور اپنی ذاتی یا جماعتی رائے اور بصیرت کو اللہ و رسوؐل کے احکام کی تعمیل و اطاعت پر صرف کرے وہ حقیقی مومن ہوگا اور وہ ہمیشہ مختار ہوگا کہ جب چاہے اطاعت کرنا چھوڑ دے اور اسلام سے باہر نکل جائے اور اسلام سے خارج ہونے کے لئے کسی خاص کوشش اور محنت کی ضرورت نہیں۔صرف دل کے اندر یہ طے کر لینا کہ میں آئندہ اللہ ورسوؐل کے احکام کی تعمیل نہ کروں گا کافی ہے۔یا اُن کے احکام اپنی عقل وبصیرت کے ماتحت رکھوں گا۔جو حکم مجھے

پسند آئے گا جو میرے اپنے حق میں مفید سمجھوں گا اس پر عمل کروں گا۔ ورنہ انکار کر دوں گا یا ترکیب سے ٹال دوں گا۔ یعنی اسلام سے نکل جانا بھی بہت آسان ہے۔ لیکن جو شخص دنیاوی یا طاغوتی غلام بنا لیا جاتا ہے وہ کسی صورت اپنے آقا و مالک کی غلامی سے اس وقت تک نہیں نکل سکتا جب تک اس کا آقا خود اُسے آزاد نہ کرے۔ بات واضح ہوگئی ہے کہ اطاعت خدا و رسولؐ سو فیصد غلاموں یا عباد ہی طرح کی جائے گی۔ مگر خلاف ورزی اور نافرمانی اور اسلام و اطاعت سے نکل جانے کا حق اور اختیار ہر مومن کو ہر وقت اور ہر لمحہ حاصل رہتا ہے حتیٰ کہ خدا اور رسولؐ کو اطلاع دینے اور ان سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف دشمنانِ انسانیت جب کسی شخص کو خرید کر یا جبر و قوت سے قابو پا کر غلام بناتے ہیں تو اُسے ان کی غلامی اور سو فیصد اطاعت سے باہر نکلنے کا اختیار نہیں رہتا۔ غلام کی نافرمانی پر قتل کرنے کا اختیار بھی اس کے مالک کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ ان کے جسم کو جس طرح چاہیں استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں یہ گھناؤنے اور انسانیت کش اعمال اسلام میں حرام ہیں۔ اس لئے غلام بنانا حرام ہے۔

غلامی کی ممانعت اس لئے بھی ہے کہ اسلامی احکام و عبادات و قوانین اس شخص پر لاگو اور واجب ہوتے ہیں جو عاقل و بالغ ہو اور جو خود مختار بھی ہو۔ اس لئے کہ دین کے احکام کو اگر عقل سے سمجھ کر اور جانچ کر اختیار نہ کیا جائے گا تو ایسے دین دار کے دین کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ پھر اگر وہ بالغ نہیں ہے تو باپ یا دوسروں کے دستِ نگر و ماتحت ہوگا۔ اسے خود مختاری حاصل نہ ہوگی۔ وہ پوری قوت نہ رکھتا ہوگا اس کے پاس اپنی کمائی کا پیسہ نہ ہوگا لہٰذا وہ دین کے ان احکام کی تعمیل نہ کر سکے گا۔ جن میں پوری عقل، پوری قوت اور مال

کے خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ جیسے جہاد وزکوٰۃ وغیرہ۔ اگر وہ غلام ہے یعنی آزاد و خود مختار نہیں ہے تو وہ اللہ کی بندگی اور رسوؐل کی اطاعت آزادانہ طور پر انجام نہ دے سکے گا۔ اس لئے کہ غلام چوبیس گھنٹے دن رات اپنے آقا کے قابو میں رہتا ہے۔ اس کا چلنا، پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا سب اس ملعون آقا کے اختیار میں ہے۔ وہ غلام اپنی ذاتی بصیرت وعلم اور تجربے کو استعمال ہی نہیں کرسکتا۔ اس سے اپنے آقا کی مرضی اور اجازت کے بغیر کسی بھلائی اور نیک فیصلہ کی اُمید کرنا ہی غلط ہے۔ اس کی زبان، اس کے کان، اس کی بصیرت پر اس کے آقا کے قفل لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے ذاتی طور پر ایک غلام اندھا، بہرا، گونگا اور نقل وحرکت کرنے میں اور فیصلے کرنے سے محروم ہوتا ہے اس سلسلے میں قرآن کریم کا بیان اور علامہ مودودی کا ترجمہ دیکھئے اور سوچئے کہ غلامی کو جائز اور دین کی اہم ضرورت قرار دینے والے علامہ کو قرآن کس طرح گھیر کر مجبور کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّمَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا هَلۡ يَسۡتَوٗنَ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ Oوَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوۡلٰٮهُ اَيۡنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاۡتِ بِخَيۡرٍ هَلۡ يَسۡتَوِىۡ هُوَ وَمَنۡ يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍO(16/75-76)

ترجمہ: ''اللہ ایک مثال دیتا ہے ایک تو ہے غلام جو دوسروں کا مملوک (خریدا ہوا) ہے اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ دوسرا شخص ایسا ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق عطا کیا ہے اور وہ (آزاد اور خود مختار ہونے کی وجہ سے) اس رزق میں سے کھلے اور چھپے خوب خرچ کرتا

ہے۔ بتاؤ کیا دونوں برابر ہیں؟ الحمدللہ۔ مگر لوگ (اس سیدھی سی بات کو) نہیں جانتے۔

(1) اللہ ایک اور مثال دیتا ہے (2) دو آدمی ہیں (3) ایک گونگا، بہرا ہے (4) کوئی کام نہیں کر سکتا (5) اپنے آقا (مولیٰ کا ترجمہ) پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ جدھر بھی وہ اسے بھیجتا ہے (6) کوئی بھلا کام اس سے بن نہ آئے (7) دوسرا شخص ایسا ہے کہ (آزاد و خود مختار ہونے کی وجہ سے) انصاف کا حکم دیتا ہے (8) اور خود راہِ راست پر قائم ہے بتاؤ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ (تفہیم القرآن جلد 2۔ صفحہ 558-557)

ان دونوں مثالوں یا آیتوں میں دونوں جگہ یہ الفاظ نوٹ کریں (لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ) پھر یہ دیکھیں کہ پہلی آیت یا مثال میں علامہ اس جملے کا صحیح ترجمہ ''اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتا'' کرتے ہیں مگر جب یہی جملہ دوسری مثال میں آتا ہے تو اس کا ترجمہ بدل کر غلط کر لیتے ہیں ''کوئی کام نہیں کر سکتا'' ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ان دونوں مثالوں میں دو ایسے غلاموں، بندوں یا عباد کا ذکر ہوا ہے جنہیں ان کے آقاؤں نے تمام اختیارات و قدرت سے محروم کر رکھا ہے جو حقیقتاً تمام کام کرنے کی قدرت، طاقت و بصیرت رکھتے ہیں۔ اگر غلام نہ ہوں تو ہر کام کر سکتے ہیں اور دونوں مثالوں میں اپنے مدِّ مقابل سے اسی لئے بے بس اور حقیر دکھائے گئے ہیں کہ وہ صاحبانِ اختیار ہیں اور یہ دونوں مجبور اور لاچار و بے بس ہیں اور اپنی ذاتی رائے اور بصیرت و عقل و قدرت سے محروم کر دیئے گئے ہیں اور اللہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کو ایسی حالت میں رکھا جائے کہ وہ نہ صراط مستقیم تک پہنچ سکیں اور نہ انصاف اور عدل قائم کر سکیں۔

دوسری مثال میں مذکور شخص سچ مچ گونگا اور بہرا نہیں ہے بلکہ غلام کی بے اختیاری

کی حدود بتائی ہیں کہ زبان اور سماعت تک ان کی اپنی نہیں رہنے دی جاتیں۔ ضمیر اور آزادیٔ خیال اور آزادیٔ تقریر بھی چھین لی جاتی ہے۔ یہ کہنا کہ اسے کسی شے پر بھی اختیار وقدرت نہیں ہے غلط ہو جائے گا۔ اگر سچ مچ کا گونگا مان لیا جائے کیونکہ گونگا شخص چلنے پر قادر ہے وہ دوڑ سکتا ہے۔ وہ اپنا مافی الضمیر اشاروں سے سمجھا جا سکتا ہے وہ اچھی، بُری چیز کو سونگھ کر زبان سے چکھ کر اور ہاتھوں سے چھو کر تمیز کر سکتا ہے۔ الغرض صرف زبان اور کان سے سچ مچ محروم شخص دنیا کے ہزاروں کام کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ تندرست وتوانا اور ہوش مند عاقل وبالغ شخص ہے مگر غلام ہونے کی وجہ سے گونگا، بہرا، اندھا، لُولا لنگڑا اور بے حس بنا دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا قول وفعل اپنا نہیں ہے۔ وہ اپنے آقا کی زبان بولتا ہے۔ اسی کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور چونکہ دوسروں کے دل ودماغ سے سوچنا وغیرہ ناممکن ہے اس لئے اس کا قول وفعل نہ اس کا اپنا ہوتا ہے نہ صحیح معنوں میں اس کے آقا کا قول ہوتا ہے۔ لیکن خیر وخوبی ہی میں نہیں بلکہ شر وفساد میں بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور آخری بات یہ نوٹ کرلیں اور قرآنی مطالعہ کے دوران ہمیشہ یاد رکھیں کہ ان مثالوں میں جہاں غلام یا عبد کی عملی تعریف وتشخیص فرمادی گئی ہے، وہاں اللہ نے لفظ ''مولیٰ'' کا عملی تعین اور معنی بھی بتا کر فیصلہ کر دیا ہے۔ علامہ نے بھی غلطی سے یہاں صحیح ترجمہ کر دیا ہے اور ہم آئندہ اس ترجمہ کو بحال رکھنے پر اصرار کرتے رہیں گے۔ اور ہرگز کوئی دوسرا ترجمہ نہ کرنے دیں گے۔ دوبارہ علامہ کے ترجمہ پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ مولیٰ کے معنی علامہ نے ''آقا'' کئے ہیں اور عملاً یہ ثابت کر دیا ہے کہ آقا وہ ہوتا ہے جس کو کسی صاحبِ اختیار وقدرت پر کلّی اختیارات حاصل ہوں۔ اور دوسرے لوگ اس کے سامنے مجبور و بے بس اور دَم مارنے کا اختیار نہ رکھتے

ہوں۔ جیسے اپنے غلاموں کے جسم و جان، عقل وایمان، موت وزیست اور نقل وحرکت پر مکمل قدرت اور اختیار حاصل ہو۔اور خود ان غلاموں کا ویسا ہی مالک ہو جیسا کہ زر خرید غلاموں کا مالک ہو۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ۔۔۔۔مولیٰ بمعنی غلام، ایک گہری سازش:

درج بالا طولانی تمہید کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ تمام صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین نے اور آج تک کے تمام مسلمانوں نے بلا کسی حیل وحجت اور بلا کسی اختلاف کے یہ تسلیم کیا ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حضرت علی علیہ السلام کو تمام موجودہ مسلمانوں کا مولیٰ بنایا تھا اور فرمایا تھا ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذا علیؑ مولاہ'' یعنی ''جس کا میںؐ مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے''۔ اگر لفظ ''مولیٰ'' کے وہ معنی اور تعریف وعملی توضیح صحیح ہے جو اللہ نے قرآن کی ان زیر نظر آیات میں فرمائی ہے اور علامہ نے غلطی سے یا ایمانداری سے اس کی تصدیق وتائید کی ہے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرتؐ کے بعد تمام مسلمانوں اور انسانوں کے آقا تھے۔ اور ساری نوع انسان پر واجب تھا کہ وہ دل کی پوری رضامندی اور خلوص سے اپنی جان ومال واولاد واجسام، عقل وبصیرت وعلم وتجربہ کو حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کرتے اور بلا چُوں وچرا اُنؑ کے احکام کی تعمیل کرتے اور کسی بھی معاملے میں ان کے احکام پر اپنے علم وعقل وتجربے وبصیرت کو ترجیح نہ دیتے۔ اور کسی بھی صورت میں اپنے اختیارات ان کے احکام ومرضی کے خلاف استعمال نہ کرتے مگر رسولؐ اللہ کے سب سے پہلے حکم اور سب سے پہلی تبلیغ یعنی ''یہ علیؑ میرا بھائی، میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو'' کو

سنتے ہی اس حکم کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا تھا کہ:

''اے ابوطالبؑ! آج سے تم اپنے بیٹے علیؑ کی اطاعت کرنا'' اس اعلانِ نبوت وحکومت و وزارت واطاعتِ علیؑ مرتضیٰ کے بعد قریشی دانشوروں نے یہ تاریخی نعرہ اور پالیسی اختیار کی تھی کہ: ''یہ نبوّتؐ اس لئے ناقابل قبول ہے کہ اس میں خاندانِ بنوھاشمؑ کا اقتدار وحکومت مطلوب ہے'' اور جب سنگین مزاحمتوں اور پے در پے جنگی شکستوں کے بعد قریشی جنگجوؤں نے ہتھیار ڈال کر اس مصطفوؐی اور مرتضوؑی حکومت کی ظاہری اطاعت قبول کر لی اور حج (حجۃ الوداع) میں آخر حضرت علیؑ کو مولا بنائے جانے پر ازراہِ مجبوری و لاچاری حضرت علیؑ کو مبارک باد (بَخٍ بَخٍ لَکَ یا علیؑ) دے دی تو یہ فیصلہ کر لیا کہ لفظ مولیٰ ہی کے نہیں بلکہ قرآن میں استعمال شدہ ہر اُس لفظ کے معنی تبدیل کر کے مشکوک کر دیں گے جس سے مذکورہ بالا نبوتؐ وحکومت ووزارت کی طرف توجہ جاتی ہو۔ یہ ہے وہ اوّلین سبب اُن اسباب میں سے جن کی وجہ سے قرآن کی معنوی تحریف شروع ہوئی تھی۔ اور جس تحریف کے لئے یہود و نصاریٰ کے مجتہدین و ماہرین کو مدد و ہدایت کے لئے شامل کیا۔ اور یہ تحریف خود قرآن کریم نے اپنے اوراق میں محفوظ رکھی ہے اور آیات میں اس تحریف کے اغراض و مقاصد بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اور یہ تحریف بعد وفات نبیؐ جاری رہی اور آج تک جاری ہے۔ اور جس کے ماتحت لفظ مولیٰ کے معنی بدلتے بدلتے آخر مولیٰ کے معنی غلام کو پکا کرنے اور تمام مسلمانوں میں پھیلانے اور مشہور کرنے کے لئے تمام مذہبی کتابوں میں ہزاروں طرح مولیٰ کو بمعنی غلام استعمال کر کے لکھا گیا ہے اور ان شیطانی معنی کو ایسا فطری اور حقیقی ثابت کر دیا کہ بعد کے علمائے شیعہ نے بھی ان ہی معنی کو اپنی کتابوں میں نقل کرنا شروع کر دیا۔ اور آج شیعہ

سُنی لٹریچر میں آپ کو ایک لاکھ سے زیادہ جگہ مولیٰ بمعنی غلام لکھا ہوا ملے گا۔ اگر آپ ہمارے اس بیان کی ہولناک تصدیق کرنا چاہیں تو آپ اردو میں ترجمہ شدہ ایک کتاب ''تاریخ فقہ اسلامی'' کو کہیں سے بھی کھول کر دیکھ لیں۔ یہ کتاب پاکستان میں ہر کتب فروش اور کتب خانے میں دستیاب ہے۔ ورنہ ہر حدیث و تاریخ کی کتاب ہماری تصدیق کرتی ہوئی ملے گی۔ آپ کو جو کچھ ملے گا اس کی چند مثالیں یہاں بھی دیکھ لیں۔ مثلاً

1) حضرت نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر۔ یعنی عبداللہ بن عمر کا غلام نافع

2) حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ یعنی عبداللہ ابن عباس کا غلام عکرمہ

3) حضرت انس بن مالک انصاری مولیٰ رسوؐل اللہ یعنی رسوؐل اللہ کا غلام انس بن مالک۔

4) اپنے مولیٰ حضرت انس بن مالک سے روایت کی یعنی اپنے غلام سے روایت کی۔

5) مکحول بن ابی مسلم قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کے مولیٰ تھے یعنی غلام تھے۔

قریشی اسلام میں غلامی اور کنیزی کا جواز:

دانشوارنِ قریش نے مولیٰ کے معنی غلام کر لینے کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت کر دیا کہ آنحضرؐت نے بھی نہ صرف یہ کہ غلامی کو جائز رکھا بلکہ اپنے قابو اور تصرف میں غلاموں اور کنیزوں کو معاذ اللہ رکھتے رہے اور یہ کہ عہد رسوؐل سے لے کر آج تک غلامی اور غلام اور کنیز بازی جائز رہتی چلی آئی ہے۔ چنانچہ آج بھی پاکستان کے علاوہ تمام نام نہاد اسلامی ممالک میں غلاموں اور کنیزوں سے وہ تمام خدمات لی جارہی ہیں جو اسلام اور قرآن نے حرام کی تھیں اور غلام گیری کی اس رسم جاہلیت کو بند کرنے کے لئے ان سابقہ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے جو عہد نبوؐی کے پہلے سے موجود تھے۔ یہ حکم دیا تھا کہ:

وَ اَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَ الصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَ اِمَآئِكُمۡ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ o(24/32)

تمہارے اندر جو مرد بلا زوجہ اور جو عورتیں بلا شوہر موجود ہیں اور تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے جو نکاح اور ازدواجی زندگی کی صلاحیت رکھتے ہوں ایسے تمام آزاد مردوں اور عورتوں کا اور تمام غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کردو۔ اگرچہ وہ سامان خانہ داری وغیرہ فراہم کرنے کی مقدرت نہ بھی رکھتے ہوں خواہ وہ فقیر ہی کیوں نہ ہوں۔ تم ہر حال میں ان سب کے نکاح کر ڈالو اور اللہ انہیں اپنے فضل سے اور کرم سے غنی اور خود مکتفی کردے گا اللہ تو وسعتوں والا علیم ہے''

چنانچہ اس سے اگلی آیت میں دیگر تفصیلات کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا گیا کہ:

وَّاٰتُوۡهُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىۡۤ اٰتٰٮكُمۡ (24/33)

''نکاح کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کو اللہ کے مال میں سے مال بھی دے دو جو تمہیں پہلے سے اللہ نے دے رکھا ہے۔''

قارئین نوٹ فرمائیں کہ یہ اللہ کا ایسا حکم تھا جس کی من حیث الحکم دانشورانِ قوم نے نہ کبھی خود تعمیل کی نہ قریشی عوام کو اس کی تعمیل کرنے دی۔ ورنہ عہد رسولؐ ہی میں کوئی غلام اور کنیز آزاد ہو جانے سے نہ بچتے۔ چونکہ غلاموں اور کنیزوں سے ہی نہیں بلکہ وہ اپنی نو خیز لڑکیوں سے بھی جبراً پیشہ کرواتے تھے اور اس طرح زنا کی کمائی کھایا کرتے تھے۔ اس لئے غلاموں اور کنیزوں کی تو بات ہی الگ تھی۔ وہ تو اپنی لڑکیوں کو بھی نیک چلن رہنے اور ازدواجی کی آزاد اور خود مختار زندگی بسر کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے تو اُن سے یہ امید کرنا کہ وہ اپنے

زرخرید یا جبراً بنائے ہوئے غلاموں اور کنیزوں کو کیسے نکاح کر کے آزادی اور خودمختاری دے سکتے تھے۔ بہرحال اللہ نے اُن کے اِس انسانیت سوز عمل درآمد کی وضاحت کرتے ہوئے انہیں اس سے باز آجانے کا حکم یہ کہتے ہوئے دیا تھا کہ:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (سورہ نور 24/33)

مودودی ترجمہ: ''اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیاوی فائدہ کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو۔ جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں'' (تفہیم القرآن جلد 3، صفحہ 402)

علامہ اسی صفحہ پر ان لوگوں پر خوب برسے ہیں جو اسلام میں ہر حیثیت سے اور ہر قسم کی غلامی کے منکر رہے ہیں۔ اور بڑے شدّ ومدّ کے ساتھ ان لوگوں کو غلام بنا لینا اور ان سے تمام غلامانہ خدمات لینا اسلام میں جائز ثابت کرتے ہیں۔ مگر ترکیب یہ کرتے ہیں کہ الفاظ ''وَمَامَلَكَتْ اَيْمَان'' کا ترجمہ اسی طرح غلام اور کنیز کر لیتے ہیں۔ جس طرح مذکورہ بالا آیت 24/34 میں ''فَتَيَات'' کا ترجمہ ''نوخیز ونوجوان لڑکیوں'' کی جگہ ''لونڈیاں'' کرلیا ہے۔ یعنی دانشورانِ قریش کی پیروی میں جہاں لفظ مولیٰ کے معنی غلام کرنا ضروری رہا ہے وہاں الفاظ کے معنی کو اُلٹ پلٹ کر کسی طرح غلامی کو جائز رکھنا لازم رہتا چلا آیا ہے اور اس معنوی تحریف میں شیعہ سنی دونوں قسم کے دانشور متفق رہے ہیں۔

لفظ ''فتیٰ'' کے معنی میں بھی تحریف، یہاں بھی علیؑ مرتضیٰ زد میں:

مذکورہ بالا آیت میں وارد لفظ ''فَتَيَات'' جمع ہے لفظ ''فَتَاةُ'' یا ''فَتِيَةُ'' کی اور ''فَتَاة'' یا ''فَتِيَةُ'' کا مذکر ہے لفظ ''فَتٰی'' اور اتفاق سے اس معنوی تبدیلی یا معنوی تحریف کی زد بھی

سب سے پہلے علیؑ مرتضٰی ہی پر پڑتی ہے اس لئے کہ ان ہی کے لئے احادیث میں یہ لفظ آیا ہے اور ہر قاری کو معلوم ہے کہ ان حضرتؑ کی شان میں یہ جملہ نازل ہوا تھا۔

''لَا فَتٰی اِلَّا عَلیؑ لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار''

''حقیقی معنی میں کوئی نوجوان نہیں ہے سوائے علیؑ کے

اور کوئی تلوار نہیں ہے سوائے ذوالفقار کے۔''

لیکن علامہ اور دیگر مترجمین کے ترجمہ کی رو سے یہ معنی کرنا لازم ہوں گے کہ:

''کوئی حقیقی غلام نہیں ہے (معاذ اللہ) سوائے علیؑ کے اور کیسے ہوسکتا کہ اور کوئی غلام اس سے بڑھ جائے جسے اُدھر رسوؐل اللہ نے مولیٰ یعنی غلام فرمایا اور اُدھر اللہ نے آسمان سے فتٰی کہہ کر غلامی کی سند دی ہو؟

قارئیں ایسا ہرگز خیال نہ فرمائیں کہ ہم خواہ مخواہ علماؤں (علماء) کو ہدفِ ملامت بنا رہے ہیں ہرگز ایسا نہیں ہے ہم ہر اُس الزام کو ثابت کرتے چلے جائیں گے جو ان لوگوں پر عائد کریں گے۔ الزام یا جرم ایک مَن وزن کا ہوگا۔ تب ہم ایک چھٹانک ملامت کریں گے البتہ ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کے الفاظ کے صحیح ترجمہ پر زور دیں گے۔ غلط ترجمانی کو واضح کریں گے اور اس گناہ اور جرم سے باز نہ آئیں گے۔ اور کسی کی رعایت نہ کریں گے۔ حد یہ ہے کہ شیعہ اثنا عشری ہوتے ہوئے بھی شیعہ مترجمین ومفسرین ومجتہدین کی غلط ترجمانی پر پردہ نہ ڈالیں گے۔ پھر بھی اگر ہمیں قصوروار کہا جائے تو ہم ایسے بد باطن اور تحریف قرآن کرنے والوں کو اور تحریف پر راضی رہنے والوں کو اللہ وامامؑ کے حوالے کریں گے اور بس۔

نمونہ کے لئے یہاں علامہ کے ساتھ بعض شیعہ سُنی ترجموں اور مترجمین کے نام لکھتے ہیں:

1: علامہ کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے ان سمیت آدھی درجن مترجمین دیکھیں:

2۔مقبول آحمد مرحوم: فَتَیٰتِکُمْ، تمہاری لونڈیاں (شیعہ)

3۔فرمان علی مرحوم: فَتَیٰتِکُمْ، تمہاری لونڈیاں (شیعہ)

4۔امداد حسین کاظمی مرحوم: فَتَیٰتِکُمْ، تمہاری لونڈیاں (شیعہ)

5۔رفیع الدین مرحوم: فَتَیٰتِکُمْ، لونڈیاں اپنیوں کو (سُنی)

6۔آحمد رضا خان مرحوم: فَتَیٰتِکُمْ، اپنی کنیزوں کو۔ (سُنی)

(ب) 1۔تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ۔(12/30)

اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ (تفہیم القرآن جلد 2، صفحہ 396)

2۔مقبول آحمد مرحوم: فَتٰهَا۔ اپنے غلام کو (شیعہ)

3۔فرمان علی مرحوم: فَتٰهَا۔ اپنے غلام سے (شیعہ)

4۔امداد حسین۔ فَتٰهَا۔ جوان مرد غلام کو (شیعہ)

5۔رفیع الدین۔ فَتٰهَا۔ جوان یعنی غلام اپنے کو۔ (سُنی)

6۔آحمد رضا۔ فَتٰهَا۔ اپنے نوجوان کا۔ (سُنی)

قارئین یہاں علامہ حضرت شاہ محمد آحمد رضا خان صاحب بریلوی کے لئے صحیح ترجمہ کرنے پر دعائے خیر فرمائیں۔ اور نمبر 2۔ اور نمبر 3۔ کو کھلا غلط ترجمہ کرنے کے لئے مبارکباد دیں اور (نمبر 1، 4، 5) کے متعلق سوچیں کہ اگر فتٰــی کے معنی غلام تھے تو انہوں نے جوان مرد اور نوجوان اور جوان عربی کے کون سے لفظ کا ترجمہ کیا ہے؟ اور قارئین خود سمجھ لیں کی فتٰــی کے معنی یقیناً نوخیز جوان ہوتے ہیں اور اس جرم کو ثابت کرنے کے لئے ہم چھ

آیات (12/36,12/62,18/10,13,60, 21/60) میں سے صرف ایک آیت کا ترجمہ دکھاتے ہیں۔

(ج) قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ O (21/60)

1۔مودودی: ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 166)

2۔مقبول۔ فَتًی۔ایک نوجوان کو۔

3۔فرمان۔ فَتًی۔ایک نوجوان کو۔

4۔امداد۔ فَتًی۔ایک نوجوان کو۔

5۔رفیع۔ فَتًی۔ایک نوجوان کو۔

6۔رضا۔ فَتًی۔ایک نوجوان کو۔

یہاں یہ سب حضرات ہماری حقانیت اور اپنی تحریف کو ثابت کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ رسوؐل اللہ کی جس قوم کے قومی منصوبے کا یہ ابتدائی تذکرہ ہو رہا ہے اس کے خود ساختہ اسلامی عقائد و اعمال پر اور مقام آل محمد علیہم السلام پر پردہ ڈالنے کے لئے عہد رسالت مآبؐ سے لے کر آج تک قرآن کریم کے واضح الفاظ کے معنی تبدیل کرتے رہنا لازمی اور ضروری ہو گیا تھا اور اس منصوبے کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے کی تھی اور فرمایا تھا کہ :قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا O (25/30)

"اے میرے رب میری اس قوم نے یقیناً اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے"

یعنی اس کی حقیقی تعلیم و ہدایت کو چھوڑ کر معنوی تحریف کی پناہ لینے کے لئے ہجرت کر گئی ہے۔ لہٰذا وہ تمام مترجمین جو قرآن کے معنی بدلنا ضروری سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی تصورات کو قرآن

کا سہارا دیتے ہیں۔ وہ رسولؐ کی اسی قوم (25/30) کے پیرو ہوتے ہیں۔ آخر میں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ فتیــات کے معنی اگر واقعی کنیزیں، لونڈیاں یا باندیاں ہی ہوں۔ تب بھی عہدِ رسولؐ کے مسلمان، جن کو صحابہ کہنا لازم ہے۔ 1۔ اپنی کنیزوں، لونڈیوں یا باندیوں کو نیک چلن رہنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ 2۔ ان کو زنا کرانے پر مجبور کیا کرتے تھے۔ 3۔ اور زنا کی کمائی نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ ان تین جرائم کی یا گناہوں کی تصدیق تو بہرحال سب نے کردی۔

اللہ بھی مولیٰ ہے:

قارئین کرام ابھی آپ نے مولیٰ بمعنی غلام ملاحظہ فرمایا۔ آپ کو قرآن میں وہ مقام دکھاتے ہیں جہاں اللہ بھی مولیٰ ہے۔ اس سے آپ لفظ ولی، مولیٰ سے دشمنی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ آیت ملاحظہ فرمائیں۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ο (10/30)

ترجمہ: اور اس طرح اسی جگہ پر ہر ہر ذی حیات کو اس کی کارکردگی پر جانچا جائے گا۔ جو وہ ماضی میں کر چکا تھا اور انہیں حقیقی مالک (مولیٰ) اللہ کی طرف سپرد کر دیا جائے گا۔ اور وہ سب کچھ گم ہو کر رہ جائے گا جو انہوں نے اپنی اجتہادی مشین سے ایجاد کر کے سچ باور کرا دیا تھا''(احسن التعبیر)

اس آیت میں رفیع الدین صاحب نے مولیٰ کے معنی مالک کئے ہیں اور آیت 10/32 میں اللہ کو حق کا پالنے والا رب فرمایا گیا ہے۔ وہ حق جسے ربوبیت کی ضرورت و احتیاج ہو حضورؐ

سرور کائنات اور انؐ کے نور کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔لہٰذا محمدؐ و علیؑ صلوٰۃ اللہ علیہما ہی وہ حق مطلق ہیں جس کی ربوبیت کی بنا پر اللہ سب سے پہلے رب کہلایا۔انؑ ہی کی تخلیق سے خالق اور انؑ ہی کی ضروریات بقا فراہم کرنے کی بنا پر رازق وغیرہ صفات سے متصف ہوا۔اور وہ سب سے پہلے انؑ ہی کا مالک اور مولیٰ ہوا۔لہٰذا لازم ہے کہ صفاتِ خداوندی کے مظاہرؑ دوسرے درجہ پر مالک و مولیٰ ہوں۔وہ لوگ جو مولیٰ کے معنی غلام کرتے رہے یہاں اللہ کو اپنا غلام کہیں تو جانیں کہ وہ واقعی ازلی وابدی دشمنانِ خدا ورسولؐ وآل رسولؐ تھے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم نہ ہوتو اور کیا ہو؟

ولی اور مولیٰ کی اہمیت،خصوصیت اور وسعت:

اس عنوان کے تحت ہم ان الفاظ کی اہمیت،خصوصیت اور وسعت علامہ مودودی کے قلم سے بارِدیگر دکھانا چاہتے ہیں تاکہ جب وہ اللہ کی مقرر کردہ اور اپنی مسلّمہ خصوصیت کو ملیا میٹ کریں تو ناظرین قریشی پالیسی اور مقصد کو سمجھنے میں پس وپیش نہ کریں۔علامہ کے بیانات کو غور سے پڑھیں،سمجھیں اور ذہن نشین فرمالیں تاکہ نتائج مرتب کرتے وقت آپ کو دقت نہ ہو۔آیت (42/6) کا ترجمہ اور تشریح ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: ’’جن لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے کچھ دوسرے سرپرست (ولی اور اولیاء کا ترجمہ) بنا رکھے ہیں۔اللہ ہی ان پر نگران ہے تم ان کے حوالہ دار نہیں ہو‘‘ (شوریٰ 42/6، تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

تشریح: ’’اصل میں لفظ ’’اولیآء‘‘ استعمال ہوا جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔ معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے طرزِ عمل ہیں جن کو

قرآن مجید میں اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے سے تعبیر کیا گیا ہے‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

معلوم ہوا کہ گمراہ انسانوں کے تمام عقائد کو الگ الگ بیان کر کے ان کی مذمت کرنے کی بجائے ان کو ولی اور ولایت کا منکر اور خود ساختہ ولی اور ولایت کا ماننے والا کہہ دیا جائے تو کافی ہو جاتا ہے۔مسلسل فرماتے ہیں کہ:۔

’’لفظ’’ولی‘‘ کے حسب ذیل مفہومات ہوتے ہیں‘‘

مفہوم نمبر 1 ’’جس کے کہنے پر آدمی چلے۔جس کی ہدایات پر عمل کرے اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین اور ضوابط کی پیروی کرے۔(نساء 120-118، اعراف 30-27 ,3)‘‘

اس مفہوم سے یہ سمجھ لیجئے کہ بادشاہوں،شہنشاہوں، حاکموں، سلطانوں، ملک وامیر کی ہر بات ماننا اور ان کی پسند اور منشا کے خلاف قدم نہ اٹھانا واجب نہیں ہے۔اس لئے اللہ نے قرآن میں اپنے لئے لفظ’’وَلی‘‘اور’’مولیٰ‘‘کو اختیار کیا ہے۔

مفہوم نمبر2 ’’جس کی راہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتبار کرے یہ سمجھے کہ وہ صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے‘‘(سورہ بقرہ 225، بنی اسرائیل 97، کہف 50,17، جاثیہ 19)۔

اس مفہوم سے ثابت ہوا کہ لفظ وَلِی کے مقابلہ میں وہ تمام الفاظ گھٹیا درجہ کے ہیں۔جو حکومت اور سلطنت کے سربراہوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔وہ اللہ پر سو فیصد صادق نہیں آتے وہ ہر حال میں ہمدرد، راہنما و خیر خواہ وغیرہ نہیں ہوتے۔نہ ان الفاظ میں یہ

گنجائش ہے جو لفظ وَلِی میں داخل ہے۔

مفہوم نمبر 3۔ ''جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ بھی کرتا رہوں وہ مجھے اُس کے بُرے نتائج سے، اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اُس کے عذاب سے بچا لے گا''(النساء 173,123 ۔الانعام 51 ۔الرعد 37 ۔ العنکبوت 22 ۔ الاحزاب 65۔الزمر 3)(ایضاً صفحہ 480)

یہاں علامہ کے مصنوعی تعصب کو نظر انداز کر کے معلوم ہوا کہ ولی اس ہستی کو قرار دیا جائے گا جو کسی کے ماتحت نہ ہو اور جو چاہے کرنے کا اختیار رکھتی ہو۔

مفہوم نمبر 4۔ ''جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اُس کی مدد کرتا ہے، آفات و مصائب سے اُس کی حفاظت کرتا ہے، اُسے روزگار دلاتا ہے، اولاد دیتا ہے، مرادیں بر لاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے (ہودؑ 20۔الرعد 16 ۔العنکبوت 41)۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)'' مسلسل لکھتے ہیں:

''بعض مقامات پر قرآن میں ''ولی'' کا لفظ اِن میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ سارے مفہومات مراد ہیں۔آیت زیرِ تشریح (42/6) بھی انہی میں سے ایک ہے یہاں اللہ کے سوا دوسروں کو وَلی بنانے سے مراد مذکورہ بالا چاروں معنوں میں ان کو اپنا سرپرست بنانا اور حامی اور مددگار سمجھنا ہے'' (تفہیم القرآن جلد صفحہ 481-480)۔

علامہ سورۃ شوریٰ کی ایک اور آیت (42/28) کی تشریح اور ترجمہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''اور وہی قابل تعریف وَلی ہے (وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ. 42/28)

یہاں وَلی سے مراد وہ ہستی ہے جو اپنی پیدا کردہ ساری مخلوقات کے معاملات کی متولی ہے جس نے بندوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 504)

بتایئے کہ شاہان زمانہ اور سلطان وملوک تو خود محتاج ہوتے ہیں اس لئے اللہ نے اپنے لئے قدرت وسلطنت کے اظہار کے لئے لفظ وَلی اختیار فرمایا ہے اور عربی میں کوئی دوسرا الفظ ان مفاہیم کو ادا نہیں کر سکتا جو اس عظیم الشان لفظ میں مرکوز ہیں۔لہٰذا قارئین کسی ایسے شخص کو ہرگز ولی یا اولیا نہ مانیں جن میں مافوق الفطری حاجت روائی کا ثبوت قرآن سے نہ ملتا ہو ورنہ یہی حقیقی معنی میں شرک ہوگا۔

علامہ پھر سورۃ شوریٰ کی آیات (42/7-8) کی تشریح لکھتے ہیں:

علامہ کا ترجمہ: ''ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔کیا یہ ایسے نادان کہ انہوں نے اسے چھوڑ کر دوسرے ولی بنا رکھے ہیں؟ ولی تو اللہ ہی ہے وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے'' (42/7-8)

علامہ کی تشریح: ''یعنی ولایت کوئی من سمجھوتے کی چیز نہیں ہے کہ آپ جسے چاہیں اپنا ولی بنا بیٹھیں اور وہ حقیقت میں آپ کا سچا اور اصل ولی بن جائے۔اور ولایت کا حق ادا کر دے۔یہ تو ایک امر واقعی ہے جو لوگوں کی خواہشوں کے ساتھ بنتا اور بدلتا نہیں چلا جاتا۔ بلکہ جو حقیقت میں ولی ہے وہی ولی ہے۔خواہ آپ اسے ولی نہ سمجھیں اور نہ مانیں۔اور جو حقیقت میں ولی نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے۔خواہ آپ مرتے دم تک ولی مانتے چلے جائیں۔اب رہا یہ سوال کہ صرف اللہ ہی کے لئے ولی حقیقی ہونے اور دوسرے کسی کے نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا حقیقی ولی وہی ہوسکتا ہے جو موت کو

حیات میں تبدیل کرتا ہو جس نے بے جان مادّوں میں جان ڈال کر جیتا جاگتا انسان پیدا کیا ہے۔ وہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہو تو اُسے ولی بناؤ۔ اور اگر وہ صرف اللہ ہی ہے تو پھر اس کے سوا اور کو اپنا ولی بنا لینا جہالت وحماقت اور خودکشی کے سوا کچھ نہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 484-482)

قرآن سے لفظ مَوْلیٰ اور وَلِی کے لئے ایک ایک آیت کا ترجمہ علامہ کے قلم سے مزید دیکھ لیں۔

''(اے ایمان لانے والو۔ تم یوں دعا کیا کرو) اے ہمارے رب ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ان پر گرفت نہ کر۔ مالک ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر۔ ہم سے درگزر فرما ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا مولیٰ ہے (اَنْتَ مَوْلٰنَا) کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر (اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ)

(تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 225-224)

یہاں قارئین دیکھ لیں کہ انسانوں کو مولیٰ سے کیا کچھ مانگنا چاہئے اور یہ کہ مولیٰ کیا کچھ دینے کی قدرت اور اختیار رکھتا ہے اور یہ کہ جس میں یہ قدرت نہ ہو کیا اُسے مولیٰ کہا جا سکتا ہے؟ اور دیکھئے:

''اور اس نے اپنی قوم کے ستر (70) آدمیوں کو منتخب کیا تا کہ وہ اس کے ساتھ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر حاضر ہوں۔ جب ان لوگوں کو ایک سخت زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (رب کا ترجمہ) آپ چاہتے تو پہلے ہی ان کو اور مجھ کو

ہلاک کر سکتے تھے۔کیا آپ اس قصور میں جو ہم میں چند نادانوں نے کیا ہے ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ تو آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی جس کے ذریعہ سے آپ جسے چاہتے ہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہدایت بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست (ولی کا غلط ترجمہ) تو آپ ہی ہیں (اَنْتَ وَلِیُّنَا) پس ہمیں معاف کر دے ہم پر رحم فرمایئے۔آپ سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں (اعراف 7/155)(تفہیم القرآن جلد 2، صفحہ 83)

قریش کے اولیاء بقول مولانا مودودی بھی ولایت و امامت کے متحمل نہیں ہیں۔

سورۃ جاثیہ کی آیت 10 کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جو کچھ بھی انہوں نے کمایا ہے ان میں سے کوئی چیز ان کے کسی کام نہ آئے گی۔نہ ان کے وہ سرپرست ہی ان کے لئے کچھ کر سکیں گے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے اپنا ولی بنا رکھا ہے۔ان کے لئے بڑا عذاب ہے'' (جاثیہ 45/10، تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 583)

علامہ کی تشریح: ''یہاں وَلی کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوا ہے ایک وہ دیویاں اور دیوتا یا زندہ یا مردہ پیشوا جن کے متعلق مشرکین نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جو شخص اُن کا متوسل ہو وہ خواہ دنیا میں کچھ ہی کرتا رہے خدا کے ہاں اس کی پکڑ نہ ہو سکے گی۔کیونکہ ان کی مداخلت اسے خدا کے غضب سے بچا لے گی۔دوسرے وہ سردار اور لیڈر اور امراو حکام جنہیں خدا سے بے نیاز ہو کر لوگ (لوگ نہیں قریش کی بات ہے) اپنا راہنما اور مُطاع (واجب الاطاعت) بناتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے اُن کی پیروی کرتے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 583)

علامہ نے قریش اینڈ کمپنی کو فی الحال وَلی اور ولایت کے زمرہ سے خارج کر دیا ہے۔مزید

تفصیل کے لئے کتاب ہٰذا کا عنوان ’’حقیقی ولایت کا معیار‘‘ صفحہ 40 ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کے بعد رسولؐ اللہ کی ولایت تسلیم:

علامہ نے اللہ کے بعد ولایت کو صرف رسولؐ اللہ سے مخصوص کیا ہے فرماتے ہیں کہ: ’’یہ اللہ تعالیٰ کے مالکِ کائنات اور وَلی حقیقی ہونے کا فطری اور منطقی تقاضا ہے جب بادشاہی اور ولایت کا تقاضا ہے۔ جب بادشاہی اور ولایت اسی کی ہے تو لامحالہ پھر حاکم بھی وہی ہے۔ اور انسانوں کے باہمی تنازعات واختلافات کا فیصلہ کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ اس کو جو لوگ آخرت کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ حاکمانہ حیثیت اس دنیا کے لئے نہیں بلکہ صرف موت کے بعد زندگی کے لئے ہے اسی طرح جو لوگ اس دنیا میں صرف عقائد اور چند ’’مذہبی‘‘ مسائل تک اسے محدود کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ عام ہیں۔ اور وہ صاف صاف علی الاطلاق تمام نزاعات واختلافات میں اللہ کو اصل فیصلہ کرنے کا حقدار قرار دیتے ہیں۔ ان کی رُو سے اللہ جس طرح آخرت کا مٰلکِ یوم الدین ہے۔ اسی طرح دنیا کا احکم الحاکمین ہے اور جس طرح وہ اعتقاد میں یہ فیصلے کرنے والا ہے کہ انسان کے لئے پاک کیا ہے؟ اور ناپاک کیا ہے؟ جائز کیا ہے اور حرام وحلال ومکروہ کیا ہے؟ اخلاق میں بدی اور زشتی کیا ہے؟ معاشرت اور تمدّن اور سیاست ومعیشت میں کون سے طریقے درست ہیں اور کون سے غلط؟ آخر اسی بنیاد پر تو قرآن میں یہ بات اصول قانون کے طور ثبت کے گئی ہے کہ: فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ (سورۃ النساء۔ 59) اور وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ

مِنۡ أَمۡرِهِمۡ(سورۃ الاحزاب .36)اور

اتَّبِعُوۡا مَا أُنۡزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِن دُوۡنِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ (سورۃ الاعراف ـ3) ،
(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 484)

علامہ نے ان تینوں آیات کا ترجمہ نہیں کیا ہے لہٰذا قارئین آیات مذکورہ کو تلاش کر کے ترجمہ پڑھ سکتے ہیں ان آیات کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ ورسوؐل کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے یا اپنے متعلقین کے تمام ذاتی، گھریلو یا خاندانی اور قومی معاملات میں دخل دے سکے۔ لہٰذا ہر شخص کو ہر بات کے لئے اللہ ورسوؐل کے واضح حکم کی ہمیشہ احتیاج رہے گی اور کسی کو یہ کہنے کا بھی حق نہ ہوگا کہ اس کی رائے میں یہ صحیح ہے یا وہ غلط ہے یا کہ یہ قرآن کی فلاں آیات کا یہ نہیں بلکہ یہ مطلب ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ ایمان سے خارج کر دیا گیا تھا (اس مفہوم کے بعد علامہ کی بات پھر سنیں)

''جس دین کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں وہ حقیقت میں ہے کیا؟ اس کی اوّلین بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ کائنات اور انسان کا خالق ہے مالک وولی حقیقی ہے۔ اس لئے وہی انسان کا حاکم بھی ہے اور اس کا یہ حق ہے کہ انسان کو دین وشریعت (اعتقاد وعمل کا نظام) دے اور انسانی اختلاف کا فیصلہ کر کے بتائے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟ دوسری کسی ہستی کو انسان کے لئے شارع (Law-Giver) بننے کا سرے سے حق ہی نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر فطری حاکمیت کی طرح تشریعی حاکمیت بھی اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ انسان یا کوئی غیر اللہ اس حاکمیت کا حامل نہیں ہوسکتا'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 476)

ہم علامہ کے اس بیان کو سو فیصد قبول کرتے ہیں اور ان تمام اسلامی قوانین اور

فرقہ ساز فقہاء و مجتہدین کو ابلیس کے کارندے اور نظام سمجھتے ہیں جو تیرہ سو سال سے مسلمانوں کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور جعفری و زیدی کی تفریق میں مبتلا رکھتے چلے آئے ہیں۔ اور علامہ مودودی بھی ان ہی میں سے ایک فرقہ ساز مجتہد ہیں۔

حقیقی ولایت کا معیار:

" هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًاo(18/44)

ترجمہ: "وہی مقام تو ہوتا ہے جہاں اللہ کی حق پرور ولایت کام آتی ہے۔ وہی بہتر ثواب دینے والا ہے۔ وہی انجام بخیر کرنے والا ہے" (احسن التعبیر)

اس آیہ مبارکہ میں وہ تاثیر تھی کہ علامہ رفیع الدین نے اپنی مستقل عادت کے خلاف ولایت کے معنی "حکم چلانا" کئے ہیں حالانکہ انہوں نے الفاظ، ولی، اولیا، مولیٰ وغیرہ کے معنی بڑی پابندی کے ساتھ "دوست اور دوستی" کئے ہیں اُدھر علامہ مودودی نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اس وقت معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار خدائے برحق کے لئے ہے۔ انعام وہی بہتر ہے جو وہ بخشے اور انجام وہی بخیر ہے جو وہ دکھائے" (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 27)

"ہمیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ لفظ "وَلِی" اولیاء، مَولٰی وغیرہ کا مادّہ اور بنیادی مصدر ایک ہی ہے۔ اور ان تمام الفاظ میں حکومت، حاکم اور حکمرانی ہمیشہ شامل ہوتے ہیں۔ وہ شخص ہرگز ولی نہیں ہے۔ جسے کسی قسم کی حکومت اور اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اور جسے کسی کی سرپرستی حاصل نہیں ہے۔ اور چونکہ حقیقی اور مطلق ولی اللہ ہے۔ لہٰذا کوئی شخص منجانب اللہ ولی یا اولیا یا مولیٰ نہیں ہوسکتا اگر اُسے اللہ نے ولایت کی سند اور اختیار و قدرت دے کر ولی نہیں بنایا ہے۔ یعنی مسلمانوں پر یا کسی بھی قوم پر کوئی بھی حاکم ہوسکتا ہے، اور حاکم

ہوتے رہے ہیں اور حاکم موجود ہیں۔مگر اُن میں سے کسی کو منجانب خدا ولی نہیں کہا جا سکتا۔جب تک پہلے اس کی ولایت کی سند میں اللہ کا حکم وتصریح موجود نہ ہو۔ پھر یہ کہ ہر حاکم ولی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ولی ہر حال میں مخلوقات کا ہمدرد وغمگسار رہوتا ہے۔ ہمدردی وغمگساری اُس کی سرشت میں داخل ہونا چاہئے۔وہ کسی حال میں رعایا کا نقصان نہیں چاہتا اسی لئے اللہ کا ولی ہر حال میں ولی ہوتا ہے خواہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے جانے یا نہ جانے۔ حاکم حکومت چھنتے ہی رعایا ہو جاتا ہے۔حاکم کو معزول کیا جا سکتا ہے۔حاکم پنچایت سے بھی بنایا جا سکتا ہے،جیسا کہ ابوسفیان وابوبکر وعمر کو بنایا گیا تھا لیکن ولایت من جانب خدا ہوتی ہے۔کسی کے بنانے سے نہ کوئی نبیؑ بنتا ہے نہ رسوؐل نہ امامؑ اور وؐلی بنتا ہے۔حاکم اچھا ہوسکتا ہے۔بُرا ہوسکتا ہے۔ظالم ہوسکتا ہے۔کافر ومنافق ہوسکتا ہے۔اور ہوتے رہے ہیں،جیسا کہ خلفائے قریش تھے،اور آج حاکم موجود ہیں۔لیکن ولیؑ اللہ ہمیشہ اسلام کا سربراہ ہوتا ہے۔اور اللہ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔اسی طرح لفظ سلطان،بادشاہ،خلیفہ وغیرہ کا حال ہے۔اسی لئے اُن کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی لفظ لگا کر،مثلاً راشد،عادل اورسخی کہہ کر اُن کا تشخص کیا جاتا ہے۔یزید بھی خلیفہ تھا۔معاویہ بھی خلیفہ تھا۔اور عمر بن عبدالعزیز بھی خلیفہ ہی تھا۔کہنا یہ ہے کہ لفظ''ولی'' ایک ہمہ گیر لفظ ہے۔اُس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ولی سے بغاوت کرنے والا دین سے خارج ہوجاتا ہے۔لہٰذا نوٹ کریں کہ خدائی سند کے بغیر کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔اللہ نے بہت سے اشخاص واقوام کو خلیفہ قرار دیا ہے اور پھر انہیں جہنم کا لقمہ بنایا ہے(یونس 10/12) مگر جسے ولی بنایا وہ روز ازل سے منتخب ومجتبیٰ ومرتضیٰ بندہ تھا۔کوئی ولی ایسا نہیں گزرا جسے اللہ نے ناپسند ومردود قرار دیا ہو

لیکن ایسی اقوام اور ایسے افراد گزرے ہیں جنہیں خلیفہ بنایا گیا ہو اور پھر ان پر اللہ اور انبیاؑ نے لعنت کی ہے (5/78) بہر حال ولی اللہ بادشاہ بھی ہوتا ہے خلیفہ بھی ہوتا ہے۔ آمر بھی ہوتا ہے۔ امیر بھی ہوتا ہے اور سلطان بھی ہوتا ہے۔ یہ تمام الفاظ اور القاب ماتحت الفاظ یا القاب ہیں۔ ذرا آپ ایک بلند و بالا وارفع واعلیٰ ولی اللہ کو دیکھیں اور شناخت کریں۔ مظلوم اور بےکس مومنین اور مومنات اور بچے دن رات دعائیں مانگ رہے ہیں۔ خدا سے سنئے اور مسلمانوں کا حال دیکھئے۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O(4/75)

”مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم راہِ خدا میں دشمنانِ اسلام سے جنگ کے لئے نہیں اٹھتے۔ حالانکہ مظلوم اور بےکس مرد اور عورتیں اور ننھے ننھے بچے اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال کر ہمیں ظلم وستم سے محفوظ کر دے اور ہماری مدد کے لئے اپنے حضور سے ایک ولیؑ اور اپنا خاص نصرت کرنے والا تعینات کر دے“

پھر یہی دُعا خود اللہ نے رسولؐ کو سکھائی اور دُعا کرنے کا حکم دیا:

وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا O(17/80)

”اے نبیؐ تم اب یہ دعا کرو اور تمنا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے اس مقام میں داخل کر جو حق وصداقت کی قیام گاہ ہے اور مجھے اس مقام سے خارج کر جو حق وصداقت کے کوچ کی

جگہ ہے اور اَے میرے پالنے والے میرے لئے اپنے حکم و رضامندی اور اپنے پاس سے میرا ناصر و مددگار حاکم و سلطان و خلیفہ بر سرِ عمل و نصرت لے آ''

قارئین نوٹ فرمائیں کہ یہ دونوں دعائیں اللہ کی اسی حق پر ولایت کو اپنی (هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ) نصرت کے لئے طلب کرتی ہیں اور اسی سے اپنے انجام بخیر چاہتی ہیں اور اسی ولایت کے لئے جناب امام جعفر صادقؑ سے عبدالرحمٰن بن کثیر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تھا تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ:

''عن عبدالرحمٰن بن كثير قال، سألت ابا عبدالله عليه السلام عن قول اللّٰه تعالىٰ '' هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ'' قال: ولاية امير المومنين عليه السلام ''(كافى كتاب الحجة باب نكت و نتف)

''کہ اس آیت میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وحکومت کا ذکر ہوا ہے'' اسی ولایت کو اور اس کی اتباع میں کام کرنے کو ''بہترین آرزو اور باقیات الصالحات'' (18/46) فرمایا ہے اور ''مومنین کو قیامت تک کا موقع دیا گیا ہے'' (18/47)

ولایت کے معیار کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ولی ساری کائنات پر تخلیقی گواہ ہو بلکہ خود اپنی تخلیق پر بھی شاہد ہو۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ أَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○ مَا أَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ○ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَائِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًاO(18/50-52)

ترجمہ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ تم سب آدم کے لئے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا تھا۔مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا تھا۔وہ جنوں میں سے ایک جن تھا۔اس نے اپنے پروردگار کے حکم کو بلفظہٖ نہ مانا یعنی اس میں اپنی رائے اور اجتہاد کو داخل کیا (ففسق) تھا۔کیا تم اس مجتہد یا فاسق اور اس کی فاسق ذریت کو میری سند کے بغیر ہی اپنے ہمدرد حاکم بناتے ہو؟ حالانکہ وہ ہمدرد وغمگسار نہیں بلکہ تمہارے دشمن ہیں۔خالص حکم خدا پر عمل نہ کرنے والوں (ظالم 5/45) کے لئے فاسق حاکم بہت بُرا بدلا ہے۔میں نے ابلیس اور اس کی ذریت کو نہ تو زمین وآسمان کی تخلیق پر حاضر رکھ کر گواہ بنایا تھا نہ خود ان کی اپنی تخلیق پر انہیں شاہد رکھا تھا۔اور میں تو گمراہوں کو اپنا قوت بازو بنانے والا ہوں ہی نہیں۔اور وہ دن آنے والا ہے جب اللہ کہے گا کہ تم نے اپنے دعوے (زعم) کے مطابق جن لوگوں کو میری سند کے بغیر میرے ساتھ دین اور احکام دین میں شریک بنا رکھا تھا انہیں سامنے بلاؤ۔چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے مگر کوئی جواب نہ دے گا اور ہم ان کے اور ان کے درمیان خطرناک قید خانہ حائل کردیں گے''

ہم نے کئی مرتبہ قرآن کی آیات کے حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اوّلین مخلوق ہے جس کے لئے اور جس سے ساری کائنات وموجودات کو پیدا کیا تھا اور چونکہ آپؐ ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے ھادی و نذیر ورحمت ہیں اس لئے ہر چیز کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہدایت کرتے رہنے کا(42/52) مادّی ذریعہ بھی آپؐ ہی ہیں اور حضورؐ کے ہمہ گیر علم کو قرآن ثابت کرتا ہے۔اس کا تقاضا بھی

یہی ہے کہ آپؐ ہر ہر چیز کی تخلیق کا علم رکھتے ہوں۔اور آپؐ کے نور نے وہ تمام مادّی سامان جس سے آپؐ کو مختلف صورتیں عطا ہوتی گئیں بھی دیکھا ہو یعنی پوری صورت کے بعد بھی اپنی تدریجی تخلیق پر بھی شاہد ہوں یعنی آیات (18/50-52) کی تمام شرائط پر آپؐ اور آپؐ کے تمام نوری اجزا علیھم السلام پورے اترتے ہیں چونکہ آپؐ کی تخلیق ہی اللہ کی ذات اور تعارف اور مخلوق کی ہدایت کے لئے ہوئی ہے۔لہٰذا آپؐ کسی لمحہ بھی گمراہ نہیں ہو سکتے تھے ''وہ قوت بازو'' یا خود ''یداللہ'' ہونے کا حق آپؐ ہی کو ہے اور اسی بنا پر آپؐ ہی رسالت مطلقہ اور نبوت مطلقہ اور ولایت مطلقہ اور حقیقی امامت اور خلافت مطلقہ کی بنیاد ہیں۔

طاغوت کو ولی نہیں بنایا جاسکتا۔ولایت کی شرائط:

مذکورہ بالا آیات (18/50-52) میں چند ایک شرائط بیان کی گئی ہیں جو امامت، ولی، ولایت مولیٰ کے لئے لازم ہیں۔اسی وجہ سے ابلیس اور ابلیس کی راہ چلنے والوں کو ''ولی، اولیا، یا ہمدرد حاکم نہیں بنایا جاسکتا۔وہ وجوہات اور شرائط درج ذیل ہیں۔

1) فسق اور فاسق ازلی و ابدی ناپسندیدہ اور مردود چیزیں ہیں۔اللہ کے احکام کی لفظ بلفظ تعمیل کرنا اور اپنی خواہشیں، ضرورت، مصلحت، رائے تجربہ اور بصیرت کو دخل نہ دینا لازم ہے۔ابلیس سب سے پہلا فاسق، اوّلین مجتہد اور انبیاؑ کا مخالف تھا۔

2) اللہ و رسالتؐ و نبوتؐ اور نوع انسان سے دشمنی ولایت کے مقصد کو مسمار کرتی ہے اور ولی کا ہر حال میں نوع انسان کا ہمدرد ہونا لازم ہے۔اس کی دوستی اور دشمنی اللہ کیلئے ہونا واجب ہے۔رعایا کی مخالفت پر بھی ظلم سے باز رہتا ہے۔اپنے جیسا بنانا اور رکھنا چاہتا ہے۔

3) ولایت، نبوت، امامت ظالم سے دور رکھی گئی ہے۔لہٰذا لازم ہے کہ ولیؑ، وصیؑ اور امامؑ و

رسوؐل سے کسی حال میں اور کسی مقدار میں خطا، غلطی، لغزش، بھول چوک تک سرزد نہ ہو۔ وہ جو کہے وہ اللہ کا فرمودہ ہو۔ جو کچھ وہ کرے اللہ کا پسندیدہ ہو اس کا ہر گمان و خیال اور اقدام اللہ کی خوشنودی اور رضا کے ماتحت ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو نہ وہ ولیؑ اللہ ہے نہ رسوؐل اللہ نہ نبیؐ اللہ ہے۔ نہ وہ خدا کی طرف سے امامؑ ہوسکتا ہے۔ البتہ پبلک میڈ کنگ، صدر یا وزیر اعظم، سلطان اور خلیفہ ہوسکتا ہے۔

4) ولیؑ اللہ حقیقی معنی میں وہی ہے جو ساری کائنات پر تخلیقی گواہ ہو۔ ہر چیز کی ماہیت پر مطلع ہو۔ نوع انسان کی تخلیقی منازل اور تسخیر کائنات میں عملاً راہنمائی کر سکے اور خود اپنی ذات پر گزرنے والی ہر ارتقائی منازل سے واقف ہو۔

5) اور لازم ہے کہ حقیقی ولیؑ قیامت کے روز تمام مخلوق پر گواہ کی حیثیت سے موجود ہو۔ لوگوں کو تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔ وہ کیسے امر خداوندی میں شریکوں کی حیثیت سے سامنے آئیں گے؟ لیکن امامت وولایت مطلقہ تو سب سے پہلے میدان حشر میں موجود ہوگی۔ بلکہ تمام انسانوں کو خدا کے سامنے پیش کرے گی۔

”ولی“ کے معنی بدلنے میں چالاکی، الفاظ کی شعبدہ بازی

ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمیں اپنے موقف کے ثبوت میں قرآن کی آیات پیش کرنا ہوتی ہیں اور ہمارے مخالفوں کی سہولت یہ ہے کہ وہ دلیل و برھان اور قرآن کی پرواہ کئے بغیر جو چاہتے ہیں کرتے لکھتے اور حقیقتِ حال کو چھپاتے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا آیئے اور قرآن پڑھیئے۔ پھر مودودی کا ترجمہ دیکھ کر قرآن میں آئے ہوئے لفظ کے معنی کا تعین کیجئے۔

لفظ ’’رفیق‘‘ کے معنی:

(1) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًاO (نساء4/69)

موودوی کا ترجمہ: ’’جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاؑء اور صدیقین اور شھداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ ’’رفیق‘‘ جو کسی کو میسر آئیں‘‘ (نساء4/69) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 369-370)

اس ترجمہ اور قرآن کی آیت میں دو الفاظ نوٹ کرلیں۔ آیت میں ایک لفظ ’’مَـعَ‘‘ آیا ہے جس کا ترجمہ ’’ساتھ‘‘ کیا گیا ہے۔ دوسرا لفظ ’’رَفِيْـقًـا‘‘ آیا ہے جس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے لفظ ’’رَفِيْـقًـا‘‘ کی جگہ ’’رفیق‘‘ ہی لکھ دیا ہے۔ اور تمام اُردو دان حضرات بھی لفظ ’’ساتھی‘‘ کی جگہ لفظ ’’رفیق‘‘ بولتے رہتے ہیں۔ یعنی اُردو زبان میں ساتھی کہا جاتا ہے اور عربی میں رفیق بولا جاتا ہے مگر اُردو میں لفظ رفیق بھی عام ہو کر اردو ہی بن گیا ہے۔

’’رفیق‘‘ اور ’’ساتھی‘‘ کے معنی واضح ہو جانے کے بعد علامہ کی بد دیانتی ملاحظہ فرمائیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔(4/144)

موودوی ترجمہ: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ’’رفیق‘‘ نہ بناؤ‘‘ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 411)

قارئین بلا کسی دور بین اور چشمے کے دیکھ سکتے ہیں کہ عربی ہی میں نہیں بلکہ اردو میں بھی رفیق، رفیق کار، رفیقۂ حیات بولا جاتا ہے اور اُس کے معنی ’’ساتھی‘‘ کے ہوتے ہیں۔ اور

مودودی ان معنی کو جانتے ہی نہیں بلکہ لکھ چکے ہیں۔اس کے بعد مودودی نے لفظ ''اَوْلِيَآء'' کے معنی رفیق کیوں کئے؟اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ کولفظِ ''رفیق'' اور اُس کے معنی معلوم ہیں اور سابقہ آیت (نساء 4/69) میں اللہ نے لفظ ''رفیق'' کواستعمال بھی کیا ہے اور اگر اللہ کو یہاں کافروں کو رفیق بنانے سے منع کرنا تھا تو وہ لفظ ''رفیق'' استعمال کرسکتا تھا۔اور پھر لفظِ ''رفیق'' میں تو وہ تمام مفہومات نہیں ہیں جو علامہ نے فریب سازی کے لئے چار نمبروں کے ماتحت لکھے ہیں (کافرانہ مفاہیم صفحہ 7) لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کے الفاظ کے مستقل معنی کومشکوک کرنے کے لئے یہ خبیث شخص اور اس کے ہم مسلک علما خواہ مخواہ اُن الفاظ کومعنی میں بدلتے رہتے ہیں جو عربی زبان اور قرآن میں استعمال ہونے والے مستقل الفاظ سے پورے ہوسکتے ہیں۔تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ لفظ ''ولی'' کے ایک معنی ''رفیق'' بھی ہیں۔

لفظ قَرِيْنٌ کے معنی دیکھئے:

فَاَ قْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ O قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ O يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ O (الصّٰفّٰت 52 تا 37/50)

مودودی ترجمہ: ''پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر حالات پوچھیں گے۔اُن میں سے ایک کہے گا'' دنیا میں میرا ایک ''ہم نشین'' تھا۔جو مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 288-287)

یہاں قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ لفظ ''قرین'' کے معنی یہاں ''ہم نشین'' ٹھیک کئے ہیں۔

اُسی لفظ ’’ قَرِیْنٌ ‘‘ کے معنی میں تبدیلی دیکھئے:

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌO (43/36)

مودودی ترجمہ: ’’جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اُس کا ’’رفیق‘‘ بن جاتا ہے‘‘ (43/36۔ تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 538)

دیکھئے کہ اللہ اس آیت میں وہی لفظ فرماتا ہے جو سابقہ آیت (37/51) میں فرمایا تھا۔ مگر مودودی یہاں وہ ترجمہ نہیں کرتے جو پہلے (ہم نشین) کیا تھا۔ بلکہ وہ لفظ قَرِیْنٌ کے معنی رفیق کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرین کے معنی بھی مستقل نہیں ہیں بلکہ الفاظ اولیا، ولی، قرین اور رفیق سب ہم معنی الفاظ ہیں۔ اور اِس کے معنی کو اُس کی اور اُس کے معنی کو اِس کی جگہ لکھ دینے سے نہ مفہوم بدلتا ہے نہ مقصد میں فرق آتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہوا کہ زیرِ گفتگو آیات میں اِن چاروں الفاظ کو ادل بدل کر لکھا جا سکتا ہے مثلاً:

(1) فَھُوَ لَہٗ وَلِیٌّ یا (2) فَھُوَ لَہٗ رَفِیْقٌ

کیا علامہ اور اُن کے بزرگ اس صورت حال کو قبول کریں گے؟ اگر نہیں؟ تو کیوں؟ جب کہ یہ سب الفاظ اللہ ہی کے نازل کردہ اور علامہ کے مسلّمہ ہم معنی ہیں؟

قَرِیْنٌ کے معنی ’’رفیق و رفاقت‘‘ دوبارہ دیکھ کر پختہ کرتے چلیں:

وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًاO (نساء 4/38)

مودودی ترجمہ: ’’سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا ’’رفیق‘‘ ہوا اُسے بہت ہی بری ’’رفاقت‘‘ میسر آئی۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 353)

تحقیق ہو گیا کہ ولی کے معنی رفیق بھی صحیح ہیں، ساتھی بھی ٹھیک ہیں، ہم نشین بھی درست

ہیں۔ سنئے اللہ کا ارشاد اور مودودی کا ترجمہ:

ولی کے معنی ''ساتھی'' مودودی کے نزدیک بھی صحیح ہیں۔

وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَO (سورہ الجاثیہ 45/19)

مودودی ترجمہ : ''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں،اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے''۔(سورہ الجاثیہ 45/19 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 587)

اب یہ دریافت طلب ہے کہ جب قرین کے معنی رفیق ہیں تو ہم بقول مودودی اللہ کو ولی بھی کہہ سکتے ہیں رفیق بھی اور ساتھی بھی۔اور جب قرین کے معنی رفیق وہم نشین بھی ہیں اور ولی کے معنی بھی یہی ہیں تو ترجمہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ:

''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ہم نشین وساتھی ہیں اور متقیوں کا ہم نشین وساتھی اللہ ہے''۔

ہمیں معلوم ہے کہ یہ خبیث علما اس ترجمہ کو اختیار نہ کریں گے۔لیکن اُن سے پوچھا جائے گا کہ یہ ترجمہ تو خود تمہارے اپنے ترجموں کا نچوڑ ہے۔جسے قبول نہ کرنا تمہاری ترجمانی کو فریب سازی ثابت کر دیتا ہے۔لہٰذا دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں یا تو اللہ کو متقیوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے والا ساتھی مانو یا یہ مانو کہ تم غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو فریب میں مبتلا کرتے ہو۔بہر حال تم مانو یا نہ مانو ہماری یہ محنت قارئین کو یقین دلاتی ہے کہ تم نے اپنی اس طرزِ ترجمانی سے قرآن کو مہجور کیا ہے اُس کے تمام مقاصد کو الٹ کر رکھ دیا ہے۔اور یہ طرزِ ترجمانی تمہارے بزرگ قریشی لیڈروں نے رائج کی تھی اور اللہ نے تمہیں قرآن کا ستیاناس کرنے اور دشمن رسولؐ ہونے کا مجرم قرار دیا تھا (فرقان 25/30-31)

لفظ ''اصحاب'' کے معنی:

ولی، اولیا، رفیق، قرین کو ہم معنی بنا کر ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز رکھا تھا اور ان سب کے معنی ساتھی کئے تھے اب لفظِ اصحاب ہم معنی بنتا ہے۔

اب ہم یہ دکھائیں گے کہ الفاظ ولی، اولیاء، رفیق اور قرین کے معنی مودودی کے نزدیک وہی ہیں جو لفظ ''صحابہ'' اور ''اصحاب'' کے معنی ہیں۔ قرآن سنیئے اور مودودی کا کمال دیکھئے:

كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا... (انعام 6/71)

مودودی ترجمہ: ''کیا ہم اپنا حال اُس شخص کا سا کرلیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگردان پھر رہا ہو درآں حالے کہ اُس کے ''ساتھی'' اُسے پکار رہے ہوں کہ اِدھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 550)

''اصحاب'' کے معنی ''ساتھی'' نہیں مگر مودودی کے قلم سے اصحاب کے معنی ساتھی پکے کرلیں

بات صاف ہوگئی کہ مودودی کے نزدیک لفظ ''اصحاب'' کے معنی بھی وہی ہیں جو لفظ ''ولی'' اور ''اولیاء'' کے ہیں یعنی ''ساتھی'' مگر پھر بھی ان معنی کو دوبارہ دیکھ کر بات پختہ کرلیں۔ اللہ نے فرمایا کہ:

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ (شعرا 26/61)

مودودی ترجمہ: ''تو موسیٰؑ کے'' ساتھی'' چیخ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے''۔

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 497)

دوبارہ لفظ ''اصحاب'' کے معنی ساتھی دیکھ کر بات پکی ہوگئی اور مودودی اینڈ کمپنی کے پاس

کوئی عذر اور بچ نکلنے کی راہ باقی نہیں ہے۔

''ولی'' اور ''اولیا'' کا ترجمہ ''رفیق اور ساتھی'' کیا تھا لہٰذا لفظ اصحاب اور ولی ہم معنی ہوئے

لہٰذا اب سابقہ آیت (45/19) کا ہم معنی ترجمہ دوبارہ دیکھیں:

وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَ O (سورہ الجاثیہ 45/19)

مودودی کا پہلا ترجمہ : ''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ''ساتھی'' اللہ ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 587) اور

مودودی کا دوسرا ترجمہ (ولی بمعنی اصحاب کی رُو سے) کچھ یوں ہوگا کہ:

''ظالم لوگ ایک دوسرے کے اصحاب ہیں اور متقیوں کا صحابی اللہ ہے''

مقامِ ولایتؑ اور ولیؑ غصب کر کے قریش حضرات اللہ کے ولی اور رفیق ہی نہیں بلکہ یارِ غار بن گئے:

قارئین نوٹ کریں کہ لفظ ''اصحاب'' صحابی کی جمع ہے اور ص۔ح۔ب کے مادّہ سے بنتا ہے۔ اور اس کے معنی وہ شخص ہیں جو کسی شخص کے ساتھ اُس کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی خاطر رہے۔ ایک گدھے کو ساتھی کہا گیا ہے اور کہا جا سکتا ہے لیکن گدھے کو ''صحابی'' نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح گدھے کو رفیق نہیں کہا جا سکتا، ہم نشین نہیں کہا جا سکتا۔ مگر قریش اور قریشی علما نے اپنے گدھوں کو انسان اور پھر انسان سے ولی اور اللہ کے یار تک بنا دیا آیئے ایک اور آیت اور مودودی ترجمہ پڑھیں اور نتیجہ ملاحظہ فرمائیں:

اللہ نے فرمایا کہ:

وَالَّذِیۡنَ سَعَوۡا فِیۡۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیۡنَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ O (حج 22/51)

مودودی نے فرمایا: ''اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے ''یار'' ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 237)

لہٰذا بات یہ ہوئی کہ: ''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ''یار'' ہیں اور متقیوں کا ''یار'' اللہ ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ علیؑ سے دشمنی ضروری ہے خواہ: اللہ کو انسانوں کا ''یار'' بنانا پڑے یا ''ساتھی'' قرار دینا پڑ جائے یا اللہ کو انسانوں کا ''ہم نشین''، ''ساتھی'' اور ''صحابی'' ہی کیوں نہ کہہ دیا جائے۔

لفظ ''مولیٰ'' کے معنی:

1) بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَO(3/150)

مودودی ترجمہ: ''اللہ تمہارا حامی اور مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔''
(تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 294)

قارئین نوٹ کریں کہ یہاں ''مولیٰ'' اور ''ناصر'' دونوں کے معنی ''مددگار'' کر دیئے۔

2) أَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُO(8/40)

مودودی ترجمہ: ''اللہ تمہارا ''سرپرست'' ہے اور بہترین ''حامی ومددگار'' ہے''(ایضاً جلد 2 صفحہ 145)

یہاں مولیٰ کے معنی سرپرست اور حمایتی ہو گئے۔

3) ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَأَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْO(47/11)

مودودی ترجمہ: ''ایمان لانے والوں کا ''حامی وناصر'' اللہ ہے اور کافروں کا ''حامی وناصر'' کوئی نہیں''(تفہیم القرآن جلد 5، صفحہ 20)

یہاں ''مولیٰ'' کے معنی ''حامی اور ناصر'' کر دیئے گئے۔حالانکہ کافروں کے حامی وناصر لاکھوں کافر ہوتے رہے ہیں۔البتہ مولیٰ ان کا نہیں۔اسی طرح مسلمانوں کے حامی اور

مددگار مسلمان اور کافر دونوں رہتے رہے ہیں۔یعنی اللہ یا مولیٰ کو عام کافروں اور مسلمانوں کے برابر لے آئے ہیں۔اس لئے کہ حامی اور ناصر دونوں نہایت نچلے درجہ کے الفاظ ہیں۔ اورعوام الناس کے لئے قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔اور دکھانا یہی ہے کہ یہ وہی علامہ صاحب ہیں جنہوں نے اللہ اور بندوں کا تعلق دکھانے کے سلسلہ میں شاہانہ الفاظ پر بڑا زور دیا تھا اور اب وہ اللہ کو نہایت نچلی سطح پر اُتار لائے ہیں۔اور رفتہ رفتہ یہاں آئے کہ اللہ و رسولؐ کو عربوں کا ''رفیق'' و ''یار'' و ''دوست'' بنا دیا گیا۔

غلط معنی کر کے کلیدی آیات کا مقصد تباہ کر دیا گیا۔

مادّہ و۔ل۔ی سے بننے والے الفاظ جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر نازل ہوئے ہیں ان کی تعداد 232 ہے۔سوائے گنتی کے چند ایک مقامات کے ہر جگہ معنی تبدیل کئے ہیں تاکہ آیت کا رخ موڑا جا سکے۔مقام ولایت چھپایا جا سکے اور لیڈران قوم قریش کی مذمت کی پردہ پوشی کی جا سکے۔آیت ملاحظہ فرمائیں:

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُO (57/24)

''وہ لوگ جو دینِ خداوندی کے استحکام میں مالی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور جو کوئی مخالف ولایت کا قیام بخیلی کی بنیاد پر چاہتا ہے تو سمجھ لے کہ اللہ یقیناً ان بخیلوں سے بے پرواہ اور حمد و ثنا کا حق دار ہے۔''

''تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور ان تمام چیزوں کو ضرورت مند لوگوں پر خرچ کرو جن پر تمہیں دوسروں کا خلیفہ بنایا ہوا ہے چنانچہ تم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور

اخراجات کی ذمہ داری اختیار کرلی ہے ان کے لئے بڑا اجر ہے‘‘ (57/7)

آپ نے دیکھا کہ سورہ حدید کی تقریباً شروع کی آیت یعنی 57/7 نے یہ بتایا کہ مسلمان اپنے کمائے ہوئے مال میں سے راہِ خدا میں خرچ کرنا تو درکنار اس مال میں سے بھی خرچ نہیں کرتے جو ماں باپ نے کما کر میراث میں چھوڑا ہے۔ پھر ان پر طنز کیا کہ تم اسلام کے استحکام پر خرچ نہیں کرتے (57/10) پھر ان سے قرض مانگا اور دوگنا دینے کا وعدہ کیا (57/11-18) مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مودودی نے بھی لمبی چوڑی مذمت لکھی آخر اللہ نے اس پالیسی کا بھانڈا پھوڑ دیا جو قریشی قیادت نے اختیار کر رکھی تھی اور بتا دیا کہ قریشی قائدین اس ولایت وحکومت کو پسند نہیں کرتے جسے رسوؐل اللہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے قریشی لیڈروں نے رسوؐل کا مالی بائیکاٹ کر رکھا ہے اور اپنی قوم کو بھی حکم دے رکھا ہے کہ وہ بھی مالی مدد سے باز رہے اور اس طرح انہوں نے قومی حکومت و ولایت کی داغ بیل ڈال رکھی ہے ان کا حکم ان کی قوم اور قوم کے زیر اثر لوگ مانتے ہیں لیکن شیعہ سُنی مترجمین کے ترجموں سے یہ حقیقت دب کر رہ گئی۔ اس لئے کہ انہوں نے لفظ ’’یَـــامُـرُوْنَ الـنّـاس ‘‘ (لوگوں کو حکم دیتے ہیں) کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ پھر لفظ ’’یَتَوَلَّ ‘‘ (وہ ولایت قائم کرتا ہے) کے معنی بگاڑ کر لکھے ہیں۔ ان دونوں الفاظ کو الٹ دینے سے وہ مطلب ہی فنا ہو گیا۔ جس کے لئے یہ آیت نازل کی گئی تھی۔ یہاں مثال کے لئے دو ترجمے دیکھ لیں۔

’’یَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ‘‘

شیعہ ترجمہ: ’’دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں‘‘ (فرمان علی)

سُنی ترجمہ: ’’دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں‘‘ (مودودی تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 320)

اللہ نے تو یہ چاہا تھا کہ قرآن پڑھنے والا یہ یقین کرلے کہ رسوؐل اللہ کے مقابلہ پر قریش میں ایک حکمران جماعت موجود تھی جس کا حکم رسوؐل کے خلاف قریشی قوم مانتی تھی۔اور انہوں نے رسوؐل کا مالی مقاطعہ کر رکھا تھا۔مگر ان مترجمین نے یہاں اس مفہوم کو ایسا غائب کیا کہ قاری کو اس خطرناک صورت حال کا وہم تک نہیں ہوسکتا۔بہرحال ہم ایسے فریب ساز مترجمین کو قرآن ہی سے گرفتار کرکے قارئین کے سامنے لاتے رہے ہیں۔چنانچہ آپ ایسی آیت اور پڑھیں جس میں مندرجہ بالا لفظ ''یَـاْمُرُوْنَ'' آیا ہے۔اور دیکھیں تمام مترجمین یہاں صحیح ترجمہ کرتے ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ......الخ(3/104)

مودودی ترجمہ:''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔(تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 278-277)

فرمان علی ترجمہ:اور تم میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تو ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں''(ترجمہ فرمان علی صفحہ 99)

قارئین دیکھ لیں کہ وہی دونوں شیعہ سُنی مترجم اس آیت میں لفظ ''یَـاْمُرُوْنَ'' کا ترجمہ جانتے بوجھتے غلط کیا تھا۔بہرحال قرآن بار بار اور طرح طرح سے یہ بتاتا چلا گیا ہے کہ قریشی لیڈروں نے اپنی الگ سے ولایت قائم کر رکھی تھی جو پوری قوم پر احکام نافذ کرتی تھی اور رسوؐل اللہ کے ہر اُس حکم کو تسلیم نہ کرتی تھی جو قریشی لیڈروں کے اجتہاد اور بصیرت کے خلاف ہوتا تھا۔چنانچہ قریشی مرکز کا یہ حکم بھی قرآن نے ریکارڈ کرلیا تھا۔''انہوں نے

کہہ دیا ہے کہ اگر تمہیں ایسا حکم دیا جائے تو اسے اختیار کرلو۔اور اگر ایسا حکم نہ دیا جائے تو ترکیب سے بچ نکلا کرو۔

يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا (مائدہ 5/41)

ماننا پڑے گا کہ سورہ حدید کے نزول یا تلاوت کے زمانہ میں بھی مسلمانوں میں اسلام کے دو(2) سربراہ یا حاکم موجود تھے۔ایک قرآن کی رو سے رسولؐ اللہ تھے۔دوسرا قرآن کی منشا کے خلاف قریشی قائد تھا۔اوراس کے احکام رسولؐ کے مقابلہ میں مانے جاتے تھےاور پوری قوم اس دوسرے سربراہ کے ماتحت تھی ۔فرق یہ تھا کہ دوسرا سربراہ اور قریش بظاہر خود کورسولؐ اللہ کے ماتحت دکھاتے تھے۔اس لئے مندرجہ بالا امتناعی حکم (5/41) میں یہ نہیں کہا تھا کہ ''اگر ایسا حکم دیا جائے تو نہ ماننا یا نہ مانا کرو یا انکار کر دیا کرو'' بلکہ بڑا سیاسی اور محتاط لفظ بولا گیا'' فَاحْذَرُوا '' بچ نکلا کرو۔یعنی علی الاعلان مخالفت نہ کرو۔ بلکہ ترکیب سے اس حکم کو ٹال دیا کرو۔یا اس میں اجتہادی پچّر یا دم لگا دو۔یہ تھی قریش کی وہ خطرناک اسکیم یا حقیقت جو زیر بحث آیت (57/24) بتاتی ہے۔مگر قریشی مترجمین نے دستوری ضرورت کے مطابق یہاں بھی الفاظ کے معنی بدل کر قارئین کو تھپک دیا اور حکمران جماعت کو جس کلیدی لفظ يَتَوَلَّ سے ظاہر کیا تھا اس کے معنی فرمان علی نے ''روگردانی'' کر لئے اور علامہ مودودی نے بھی ''روگردانی'' ہی کو پسند کرلیا۔لہٰذا آیت کے عظیم ترین مقصد کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔اور یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ تمام قریشی مترجمین نے جہاں جہاں ممکن ہوا ہراس لفظ کے معنی بھی تبدیل کئے جو و۔ل۔ی کے مادّہ سے بنتا ہے تاکہ ولایت علوؑیہ پر پردے ڈالے جاسکیں لیکن ہم نے بھی ان پردوں کو ہٹانے اور حقیقی صورت حال سامنے

لانے پر اپنا سارا زور لگا دیا ہے اور طرح طرح سے قریشی سازش کو طشت از بام کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ یہاں پھر دکھاتے ہیں کہ علامہ اینڈ کمپنی جان بوجھ کر لفظ یَتَـوَلَّ کے غلط معنی کرتی رہی ہے۔ لہٰذا بطور نمونہ چند مقامات دیکھ کر ہماری تصدیق کریں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ ...

وَمَنْ یَتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ...(مائدہ 5/51)

علامہ کا ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔۔۔ اور اگر تم (مومنین) میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس (مومن) کا شمار بھی ان ہی (یہود و نصاریٰ) میں ہے"

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ یَتَـوَلّ کے وہ ہی معنی ہیں جو لفظ اولیا کے معنی ہیں یا دوسرے الفاظ میں یَتَـوَلّ کے معنی کسی کو اپنا ولی بنانا ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ نوٹ کرلیں کہ مومنین میں ایسے مومنین کی کثرت تھی جو یہود و نصاریٰ کو اپنا ولی بنانا چاہتے تھے جنہیں ولی بنانے کے جرم میں اسلام سے خارج و یہود و نصاریٰ میں داخل ہو جانے کی دھمکی دی گئی ہے۔

ایک اور آیت میں لفظ "ولایت" کا استعمال ملاحظہ فرمائیں:

وَلَمْ تَکُنْ لَّہٗ فِئَۃٌ یَّنْصُرُوْنَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا ○ ھُنَالِکَ الْوَلَایَۃُ لِلّٰہِ الْحَقِّ.. (کہف 18/43-44)

مودودی ترجمہ: "نہ ہوا اللہ کو چھوڑ کر اُس کے پاس کوئی جتھا کہ اُس کی مدد کرتا، اور نہ کر سکا وہ آپ ہی اُس آفت کا مقابلہ، اُس وقت معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار خدائے برحق ہی کے لئے ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 27)

یہاں علامہ نے لفظ ''اَلْـوَلَایَۃُ'' کا ترجمہ'' کارسازی کا اختیار'' کیا ہے۔اگر ہم بھی اس لفظ میں آئے ہوئے ''الف لام'' کونظر انداز کر دیں اور مودودی کے اس ترجمہ کوقبول کر لیں تب بھی لفظ ''وَلِـی'' کے معنی ''کارسازی کا اختیار رکھنے والا'' ہوتے ہیں۔اوران معنی کو اختیار کرنے کے بعد علامہ کے تمام ترجمے عموماً اور سورہ ممتحنہ کی آیت (60/1) کا ترجمہ خصوصاً غلط ہوجاتا ہے۔دیکھئے اللہ نے فرمایا تھا کہ:

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّ کُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ

بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَاجَآءَ کُمْ مِّنَ الْحَقِّ ، یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ

وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْ مِنُوْا بِا للّٰهِ رَبِّکُمْ،اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ

وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ ....الخ(سورہ ممتحنہ 60/1)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو،اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش''۔۔۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 422)

قارئین سوچیں اور کوئی موزوں عذر تلاش کریں کہ کیوں مودودی نے یہاں یہ ترجمہ نہ کیا کہ؟

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنی'' کارسازی کے مختار'' نہ بناؤ ''۔

ہر شخص یہ جواب دے گا کہ مودودی اور تمام قریش پرست علما قریشی مسلمانوں کی سازش پر پردہ ڈالنے کے لئے لفظِ ولی کا ترجمہ بدلتے رہے ہیں۔ ورنہ وہ لغات القرآن

سے واقف تھے جہاں لفظِ ولایۃ کے معنی ''حکومت'' ابھی ابھی دیکھے جا چکے ہیں اور لفظ ''ولی'' کے معنی ''صوبہ یا گورنمنٹ کا حکمراں'' بھی لغات میں موجود ہیں۔مگر ولیؑ اور ولایتؑ کے حقیقی معنی لکھنے سے اُن کا اور اُن کے راہنماؤں کا سارا منصوبہ اور خودساختہ مذہب تباہ ہو جاتا ہے۔قریشی حکومت باطل ٹھہر جاتی ہے اور حق اپنے صحیح مقام پر پلٹ جاتا ہے۔جو قریشی علما کو اب کسی طرح منظور نہیں ہوسکتا۔بہرحال انہیں منظور ہو یا نہ ہو ہم لفظ ولی کے صحیح معنی اُن سے لکھوا کر چھوڑیں گے۔مگر پہلے اُنکی چالاکیاں ،فریب کاریاں اور خیانتیں دکھانا ہیں۔

آیت(18/44)میں ولایۃ کا ترجمہ علامہ رفیع الدین سے سُن لیں۔

مودودی نے اس آیت (کہف 18/44) میں لفظ ''اَلْوَلَایَۃ'' کا ترجمہ غلط کیا ہے۔اور یہ غلطی لغات القرآن کے متعینہ معنی کے خلاف ثابت ہے۔ بہرحال اب زیرِنظر آیت کا ترجمہ علامہ رفیع الدین سے سنیں اور دیکھیں کہ اُن کا ترجمہ، حقیقی ترجمہ کی طرف کم ازکم راہنمائی تو کرتا ہے۔آیت یوں تھی کہ: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (کہف 18/44)
''اس جگہ ''حکم چلانا'' واسطے اللہ کے ہے ثابت'' علامہ رفیع الدین کے اس ترجمہ سے ''حکمرانی'' یا ''حکومت'' اللہ کے لئے ثابت ہوگئی۔مطلب یہ ہوا کہ:
''وَلَایَۃِ حَقَّہ'' اللہ کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے اور ولایۃ حقہ ہی کو ''حکومتِ الٰہیہ'' کہا جاتا ہے۔لہٰذا اللہ کے مقرر کئے بغیر نہ کوئی ''ولی'' ہوسکتا ہے نہ کسی کو اللہ کی طرف سے حکمران مانا جاسکتا ہے۔لہٰذا قریشی مسلمانوں کو بلاحکمِ خداوندی ''ولی'' اور ''حاکم'' بنانے سے منع کیا گیا تھا۔لیکن وہاں پوری قوم قریش کا اجتماعی فیصلہ اور دباؤ تھا۔(الفاروق حصہ اول

صفحہ 103 تاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 282-279) جس کی وجہ سے قریش نے اللہ کے ایسے تمام احکامات کی تاویل کر کے تعمیل نہ کی جن میں انہیں قومی ولایت وحکومت اور ولی و خلیفہ بنانے سے منع کیا گیا تھا۔

اللہ اور رسوؐل کے بعد ولایت الٰہیہ کا تعین: اللہ نے فرمایا تھا کہ:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ(5/55)

علامہ کا ترجمہ: تمہارا رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ ورسوؐل اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں‘‘

(تفہیم القرآن جلد 1، صفحہ 482)

اگر یہ ترجمہ صحیح مان لیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں مخاطب کون لوگ ہیں؟ اگر کوئی شخص بلاغور کئے جلدی میں یہ سمجھ لے اور کہہ دے کہ یہاں مومنین ہی مخاطب ہیں تو۔ ا۔ مومنین تو سب کے سب نماز قائم کرتے ہیں۔ ۲۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ۳۔ اور اللہ کے آگے جھکتے ہیں۔ پھر یہ کس سے کہا گیا کہ: تمہارے رفیق تو وہ اہل ایمان ہیں (جو مندرجہ بالا تین کام کرتے ہیں)۔ ظاہر ہے کہ جن کو رفیقوں کی فہرست بتائی ہے وہ اس فہرست سے خارج ہیں انہیں نہ اللہ ہونا چاہئے نہ رسوؐل نہ وہ تین کام کرنے والے ہونا چاہئے۔ اس طرزِ کلام میں یقیناً مخاطب وہ مومنین ہیں جو نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ ہی اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔ اس لئے کہ تین کام تو ان مومنین کی شناخت ہے جو اللہ ورسوؐل کے ہم پلہ مومنین ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ یہاں سارے مومنین مخاطب ہوں۔ ورنہ سب کو ولی اور

مولیٰ ماننا پڑے گا اور سب میں وہ تمام خصوصیات تسلیم کرنا پڑیں گی جو علامہ کے بیانات میں مذکور ہیں۔ مثلاً انہیں:

1۔ پوری کائنات کا فرمانروا۔ شہنشاہ۔ حاکم۔ سلطان۔ مرّبی۔ فریادرس۔ کائناتی قانون بنانے والا۔ یعنی شارع فطری وتشریعی حاکمیت رکھنے ولا۔ احکم الحاکمین۔ مالک یوم الدین۔ یعنی ولی۔

2۔ انہیں موت وزیست پر اختیار ہونا چاہئے۔ عذاب وثواب کا پورا اختیار، جس کا ہر حکم ہر حال میں ماننا لازم جو کسی حال میں بُرا نہ چاہے جو ہر حال میں ہدایت ہی کرتا ہو۔ اور علامہ کے لئے آئیں بائیں شائیں کرنے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔ لیکن اُن کے بیان کردہ اور مسلّمہ الفاظ اور اصول کے ماتحت انہیں یہ ترجمہ قبول کرنا ہی پڑے گا کہ:۔

علامہ یہ ترجمہ کر چکے ہیں ''اے مومنین تمہارے بادشاہ۔ شہنشاہ۔ مالک۔ مرّبی۔ سلطان۔ حاکم۔ مَلک۔ راہنمائے حقیقی۔ حاجت روا یعنی ولی حقیقی اللہ اور اللہ کا رسوؐل محمدؐ اور صرف وہ مومنین ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ایسے حال میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔

لفظ رفیق کی جگہ اگر قرآن کا لفظ ولی حقیقی برقرار رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ یہاں رعایا کو یہ بتایا گیا ہے کہ تمہارا مطلق العنان فرمانروا اللہ ہے۔ اللہ کا رسوؐل ہے اور اللہ کے رسوؐل کے وہ جانشین ہیں جو نہ صرف نمازی ہیں بلکہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا واجب سمجھتے ہیں چونکہ ''رکوع'' خود نماز کا ایک رکن ہے لہٰذا نماز میں داخل ہے اس لئے آیت میں اگر یہ منشا ہوتا کہ یہ خصوصیت بیان کی جائے کہ ولی بننے والے وہ مومنین حالت رکوع ہی میں زکوٰۃ دیا

کرتے ہیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نماز میں ادائیگی اس لئے مناسب ہوتی کہ رکوع خود نماز میں شامل ہے۔ رکوع کا نماز کے بعد الگ سے ذکر کرنا مناسب ہی نہ تھا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ:

''وہ مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے لئے الگ سے پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں یہ غیر ضروری اور احمقانہ تکلف ہے کہ پہلے جھکو یا رکوع میں جاؤ پھر زکوٰۃ دو'' اور یہ بے ڈھنگی اور بے تکی بات ہے یا یہ کہ ''وہ مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور نماز کے علاوہ بھی رکوع میں رہتے ہیں یا نماز میں جھکنے کے علاوہ بھی جھکے رہتے ہیں (یہ غیر ضروری اور احمقانہ تکلف ہے پہلے جھکو یا رکوع میں جاؤ پھر زکوٰۃ دو)''

یہ دونوں تشریحات غلط اور قرآنی فصاحت و بلاغت کا ستیاناس کرنے والی ہیں اس لئے یہاں رکوع کی لفظ سے نماز والا رکوع یا الگ سے رکوع مراد لینا غلط ہے۔ بلکہ اس لفظ کے معنی کرنا ہوں گے اور معنی ہیں ''قلاش و نادار'' ہونا اور ''بے کس و ناچار'' ہونا۔ لہٰذا آیت (مائدہ 5/55) کے صحیح معنی یہ ہوتے ہیں کہ:

''اے مومنین تمہارے بادشاہ وشہنشاہ و مالک و مربی اور سلطان و حاکم و ملک اور رہنمائے حقیقی و حاجت روا یعنی ولی حقیقی اللہ اور اللہ کا رسولؐ اور وہ مومنین ہیں جو نمازیں قائم رکھتے ہیں اور ناداری و لاچاری کی حالت میں بھی زکوۃ ادا کرتے رہتے ہیں''

یہ ترجمہ نہ صرف قرآن کی فصاحت و بلاغت وفطری صورت حال کو برقرار رکھتا ہے بلکہ محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کے مسلمہ حالاتِ زندگی کے عین مطابق بھی ہے۔ وہ حضرات سال بھر تک سرمایہ داری اور ذخیرہ اندوزی کر کے اس میں سے زکوٰۃ نہ نکالتے تھے

بلکہ وہاں تو روزانہ ضرورت مندوں اور سائلوں پر خود اپنی خوراک بھی صرف کی جاتی رہی ہے۔ وہ سرمایہ دار لوگ نہ تھے ان پر سرمایہ داروں کی طرح زکوٰۃ کبھی واجب ہی نہ ہوئی تھی۔ وہ فاقوں میں زندگی بسر ہی اس لئے کرتے تھے کہ وہ روزمرہ واجبات سے فارغ رہیں اور قریشی طرز فکر والے اسلام میں دخل انداز نہ ہوں۔ حقیقی تعلیم کو عملاً کر کے دکھاتے چلے جائیں اور اللہ کی تجویز کردہ صبر وشکر و دن رات عبادت و تسبیح والی طویل زندگی گزاریں (طور 52/48-49) اور زمانہ رجعت تک انتظار کریں (طور 52/45-47) چنانچہ سورہ نجم میں فرمایا گیا تھا کہ:

1) فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّاالْحَیٰوۃَالدُّنْیَا (نجم 53/29)

''اے رسولؐ تم اس ''شخص'' کو نظر انداز کر دو جو ہمارے ذکرؑ (علیؑ) کے مقابلہ میں حکومت واقتدار قائم کر رہا ہے۔ اور دنیا میں اقتدار وحکومت کے علاوہ جس کا اور کوئی ارادہ ہی نہیں ہے'' (53/29) اور یہ کہ:

2) ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّکَ ھُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰی (53/30)

''لہٰذا اے نبیؐ تیرا رب اسے بھی خوب جانتا ہے کہ جو علیؑ کے خلاف قومی حکومت بنا لینا ہی قرآنی تعلیم کی غرض سمجھا ہے ان کا علم بس اسی حد تک پہنچا ہے اور تیرا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جنہوں نے تعلیمات اسلام سے صحیح مقصد سمجھا ہے اور علیؑ کو خلیفہ بلافصل کی حیثیت سے اختیار کیا ہے''

پھر آگے چل کر یہ فرمایا تھا کہ:

3) أَفَرَءَ يْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰیO وَأَعْطٰی قَلِيْلًا وَّأَکْدٰیO
أَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰی ۔الخ (53/33-35)

”کیا اے رسولؐ آپ نے اس شخص کو ٹھیک سے دیکھ لیا ہے جس نے اپنی قوم کی مدد سے اپنی حکومت واقتدار قائم کرلیا ہے اور جس نے تھوڑے سے عطیات دے کر اپنا رویہ سخت کر لیا ہے۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے جس سے اس نے قومی حکومت کو اللہ کا منشاء سمجھا ہے“

پھر اللہ نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ:

4) أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰیo وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَاسَعٰیo
وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰیo ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰیo
وَأَنَّ إِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰیo (53/38-42)

”یہ مستقل وفطری قانون ہے کہ کوئی وزیر کسی دوسری وزارت کی ذمہ داریاں نہیں سنبھال سکتا اور انسان کو اسکی اپنی کوششوں کے علاوہ اور کسی چیز کا حق نہیں پہنچتا لہٰذا یقیناً اس لیڈر کی کوششیں اور کارکردگی عنقریب سامنے آجائے گی پھر اسے اس کا پورا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اس مکمل بھگتان کے بعد اللہ کے روبرو جہنم کے لئے جانا ہوگا“ (53/38-42)

قارئین مندرجہ بالا آیات سورہ نجم (53/29,30,33-35,38-42) کا ہمارا ترجمہ صحیح ہوجانے سے وہ بنیادی گفتگو سامنے آ کھڑی ہوئی جس کی تفصیلات اللہ نے اپنے رسولؐ کو او حیٰ ما او حیٰ (53/10) میں بتائی تھیں۔ ہمارے ترجمہ کی صحت کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ لفظ تَوَلّٰی کا مادہ (و۔ل۔ی) اور مصدر (ولایۃ) وہی ہے جو الفاظ ولی اور مولیٰ کا ہے اور اسکا ثبوت یہ ہے:

''تَوَلّٰی'' ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلَّیْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم والی ہوئے۔ تم حاکم ہوئے'' (لغات القرآن مولانا محمد عبدالرشید نعمانی جلد 2 صفحہ 215)

دوسری دلیل: اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ ۔الخ (بقرہ 2/205)

رفیع الدین کا ترجمہ: ''جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا بیچ زمین کے'' (صفحہ 40)

مودودی کا ترجمہ ''جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے...... (تفہیم جلد اوّل صفحہ 159)

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ ـ۔۔۔ الخ (محمدؐ 47/22)

رفیع الدین کا ترجمہ ''پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے'' (صفحہ 612)

مودودی کا ترجمہ ''دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ:

''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

حدیث میں فرمایا گیا تھا کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سو بیس بار معراج ہوئی اور ہر دفعہ قیام ولایت علوؑیہ کی تاکید کی گئی'' لٰہذا معلوم ہوا کہ عہد رسوؐل ہی میں قوم نے وہ حکومتیں بنالیں تھیں جو بعد وفات ظہور میں آئیں۔ اور یہ طے کرلیا تھا کہ حکومت وخلافت رسوؐل کو خاندانِ رسوؐل میں نہ جانے دیا جائے گا۔ جیسا کہ مخالف کے اپنے علما (شبلی وغیرہ) نے لکھا ہے (الفاروق حصہ اول صفحہ 103)

یہ حقیقت قرآن سے بار بار اور بڑی تفصیل سے دکھائی جا چکی ہے کہ قریش اور ان کے لیڈر دنیا پرست لوگ تھے ان کا ہر کام دنیا طلبی کے لئے تھا لٰہذا آپ مندرجہ مقامات دیکھ کر اطمینان کرلیں (سورہ بقرہ 2/204-205) (عمران 3/152-155) (نجم 53/29) اور سمجھ لیں کہ قریشی دانشوروں اور حکومتوں نے قرآن کے معانی ومفاہیم کو تباہ کردیا تھا (25/30)۔

اگر لفظ ''ولی'' کا ہر جگہ ترجمہ کیا ہوتا تو اعتراض تو ہوتا مگر اتنا سنگین اعتراض نہ ہوتا جتنا بعض جگہ ترجمہ نہ کرنے سے ہوتا ہے

اب ہم چند ایسے مقامات دکھاتے ہیں جہاں اس ملعون نے مصلحتاً ترجمہ نہیں کیا بلکہ ترجمہ میں ''ولی'' کو ''ولی'' ہی رہنے دیا ہے۔

(1) قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ O (نمل 27/49)

مودودی ترجمہ:۔ ''اُنہوں نے آپس میں کہا'' خدا کی قسم کھا کر عہد کرلو کہ ہم صالحؑ اور اُس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے اور پھر اُس کے ''ولی'' سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے، ہم بالکل سچ کہتے ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 584)

مودودی کی تشریح میں ولی کو قبیلے کا سردار کہا:

قارئین نے دیکھ لیا کہ یہاں لفظ وَلِیِّہٖ کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ ولی کی جگہ ولی ہی لکھ دیا ہے۔ لیکن تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

''یعنی حضرت صالحؑ کے قبیلے کے ''سردار'' سے، جس کو قدیم قبائلی رسم و رواج کے مطابق اُن کے خون کے دعوے کا حق پہنچتا تھا''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 585)

یہاں بھی علامہ نے ''ولی'' کے معنی صحیح نہیں کئے۔ بلکہ سردار کئے ہیں مگر آیت سے صحیح معنی ظاہر ہیں یعنی سازش کرنے والے حضرت صالحؑ کے ''ولی'' سے خوفزدہ تھے اور جانتے تھے کہ وہ ''ولی'' اُن کو بدلے میں قتل کر دے گا۔ یعنی ''ولی'' دراصل حاکم تھا۔

”ولیؑ “ کی مخالفت کرتے کرتے آخر علیؑ کو موروثی اورازلی ”ولیؑ “ماننا پڑ گیا یعنی علیؑ کے والدؑ کو آنحضرؐت کا بھی ”ولیؑ “مان لیا۔

دنیا تجربہ کرتی رہی ہے کہ حق ہمیشہ غالب آتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا لفظ ولیؑ کی تشریح کرتے ہوئے پوری عبارت یہ لکھی تھی کہ:

یعنی حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلے کے سردار سے، جس کو قدیم قبائلی رسم و رواج کے مطابق اُن کے خون کے دعوے کا حق پہنچتا تھا۔ یہ وہی پوزیشن تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کے چچا ابو طالبؑ کو حاصل تھی، کفار قریش بھی اس اندیشے سے ہاتھ روکتے تھے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں گے تو بنی ہاشم کے سردار ابو طالبؑ اپنے قبیلے کی طرف سے خون کا دعویٰ لے کر اٹھیں گے“ (ایضاً صفحہ 585)

اور ہم تاریخ طبری سے بھی دکھا چکے ہیں کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ”ولی“ تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام تین ہزار سال سے چلے آنے والے ولیوںؑ اور اماموںؑ کے جانشین اور پُشتنی ”ولی“ تھے اور قرآن نے اُس قدیم ولایت کی تصدیق کی تھی۔

ولی کو صاحبِ سلطان فرمایا گیا ہے اللہ نے ”ولی“ کی نصرت کا وعدہ کیا اور ”ولی“ کو منصور قرار دیا ہے (قرآن)

دوسرا مقام دیکھئے جہاں مودودی لفظ ”وَلی“ کا ترجمہ نہیں کرتے اور جہاں ”ولی“ کے معنی بدلنے کا سارا فریب کھُل جاتا ہے:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ

مَنۡصُوۡرًا O (بنی اسرائیل 17/33)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اُس کے ''<u>ولی</u>'' کو ہم نے قصاص کے مطالبہ کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیئے کہ وہ (ولی۔احسنؔ) قتل میں حد سے نہ گزرے۔اس کی مدد کی جائے گی''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 615,614)

<u>مودودی کی تشریح :</u>

''اصل الفاظ ہیں ''اُس کے ولی کو ہم نے سلطان عطا کیا ہے '' سلطان سے مراد یہاں ''حجت'' ہے۔جس کی بنا پر وہ قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔اِس سے اسلامی قانون کا یہ اصول نکلتا ہے کہ قتل کے مقدمے میں اصل مدعی حکومت نہیں بلکہ (اصل مدعی۔احسنؔ) اولیائے مقتول ہیں اور وہ قاتل کو معاف کرنے اور قصاص کے بجائے خوں بہا لینے پر راضی ہو سکتے ہیں''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 614)

ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ ولی، صاحبِ اختیار حاکم ہوتا ہے یہاں اُس کے اختیار میں کئی زندگیاں ہیں اور اُس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے وہ قاتل کو قتل کرنے اور بخش دینے کے اختیارات رکھتا ہے۔اگر وہ قاتل کو قتل کرنے میں کسی کا ماتحت ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ ''وہ قتل میں زیادتی نہ کرے''(فَلا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ)

<u>**''وَلی''ہی ''مُتوَلّی ''ہوتا ہے یعنی تمام متعلقہ معاملات وحالات وحاجات وضروریات کا نگران اور فراہم کرنے والا ہوتا ہے۔**</u>

یہ ثابت ہو چکا کہ مودودی لفظ ''<u>ولی</u>'' کی حقیقت کو چھپانے میں ابلیس سے کئی گنا بڑھ کر ملعون ہو چکے لہٰذا اُن کے لگائے ہوئے اڑنگے ہٹا کر ''<u>ولی</u>'' کے معنی سمجھیں ارشاد ہوا تھا

کہ:وَهُوَالَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْاوَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ O(شوریٰ42/28)

مودودی ترجمہ: ''وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی قابلِ تعریف ولی ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 504)

قارئین غور سے اس آیت کے اور ترجمہ کے الفاظ کو دیکھیں اور یہ سوچیں کہ کیا یہاں کسی تشریح کی احتیاج وضرورت ہے؟ کیا اس ترجمہ میں کوئی ایسی خامی ہے کہ جب تک اُسے بیان نہ کیا جائے قاری حضرات اللہ کی بات نہ سمجھیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ اللہ کی بات کو سو فیصد واضح کرتا ہے۔لیکن مودودی کی مذہبی ضرورت یہ ہے کہ لفظ''ولی'' کے لئے چند ایسے الفاظ لکھ دیں کہ معاملہ صرف اللہ تک محدود ہو جائے۔ چنانچہ اُن کی تشریح سنیئے:

ولی کی ایسی تشریح جس کا لفظ''ولی'' سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

''یہاں''ولی'' سے مراد ایسی ہستی ہے جو اپنی پیدا کردہ ساری مخلوق کے معاملات کی مُتَوَلّی ہے،جس نے بندوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 505-504)

قارئین یہ سمجھ لیں کہ اس تشریح کا لفظ''ولی'' سے وہ تعلق ہرگز نہیں جو مودودی نے پیدا کرنا چاہا ہے۔یعنی لفظ''وَلی''میں نہ خالقیّت داخل ہے۔نہ یہ شرط ہے کہ ولی جو کچھ کرے گا وہ اپنے بندوں کے ساتھ کرے گا۔اور جن کے معاملات کا متوّلی ہوگا وہ اس کی پیدا کردہ مخلوق ہوں گے مودودی نے یہ شرطیں اپنی جیبِ خاص سے لگائی ہیں۔ورنہ یہ تمام صفات وقدرت یعنی رحم کرنا ، حاجات وضروریات پوری کرنا ،اللہ نے تمام صاحبانِ

استطاعت مسلمان عوام پر بھی فرض کیا ہوا ہے۔اور قرآن کریم اللہ کے ایسے احکام سے بھرا پڑا ہے جن میں فقرا و یتامیٰ ومساکین ومحروموں اور مظلوموں کی پرورش کرنے اور اُنہیں اُن کی تمام ضروریات فراہم کر کے خود مکتفی بنانے کا اور پیار ومحبت ورحم وکرم سے پیش آنے کا تقاضا فرمایا گیا ہے۔جو لوگ غربا اور محتاجوں کے ساتھ دادودھش ورحم وکرم سخاوت وایثار کا سلوک کرتے ہیں اُن کی مدح وثنا کی گئی ہے۔اُن کے اجر وثواب و درجات پر خاص وعدے کئے گئے ہیں۔اور جب عوام کو اس قدر استطاعت وقدرت اللہ کی طرف سے ملتی ہے تو وہ حضرات علیھم السلام جن کو اللہ اپنا نمائندہؑ، جانشینؑ خلیفہؑ ظہورؑ اور ولیؑ بناتا ہے جنہیں تمام مخلوقات کیلئے رحمت اور اپنی بارگاہ میں، بقول مودودی، باریابی کا وسیلہ اور ذریعہ بناتا ہے، اُن کو اتنی استطاعت بھی نہ دے گا جتنی عوام الناس کو دی ہوئی ہے؟ ہم ولی کے معنی پر گفتگو کر رہے ہیں۔اور اس گفتگو کو جاری رکھنا چاہتے ہیں ورنہ محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور دیگر آئمہ معصومینؑ کی استطاعت پر قرآن اور حدیث سے یہاں پھر ڈھیر لگا سکتے ہیں۔فی الحال اتنا ضرور یاد دلائیں گے کہ مودودی اور اُس کے ملعون مذہب والوں کی مقدس ومعتبر ترین کتاب (بخاری) میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے فوارے نکلتے تھے جس سے افواج سیراب ہو جاتی تھیں۔اِن ملاعین سے پوچھو کہ پانی کا یہ ذخیرہ حضورؐ کی استطاعت میں تھا یا نہیں؟ بہر حال یہ نوٹ کر لیں کہ اس کائنات میں روز ازل سے تمام قسم کی مخلوقات کو اُن کے جسم وجان سمیت جو کچھ ملا ہے اور آئندہ ملے گا وہ سب علیؑ، محمدؐ، فاطمہؑ اور اُن کی اولاد کے آئمہؑ کے وسیلے سے اور اُن ہی کے ہاتھوں سے ملا ہے اور ملے گا۔وہ اللہ کے دینے کا باب ہیں علیھم الصلوٰۃ والسلام۔

مودودی کے قلم سے ''ولی'' کے معنی ''حاکم اور حکمرانی کرنے والے'' کے دیکھ لیں

قارئین نے لغات القرآن کے حوالوں میں لفظ تَوَلَّ کا مصدر تَوَلِّیٌ اور اس کے معنی ''کسی ذمہ داری کو سنبھالنے'' اور ''والی اور حاکم ہونے'' کے دیکھے تھے'' (لغات القرآن جلد2 صفحہ 213)۔اب یہی معنی قرآن سے مودودی کے ترجمے کے ساتھ دیکھیں۔ارشاد ہوا ہے کہ: وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ O (بقرہ 2/205)

مودودی ترجمہ:

''اور جب اُسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے، اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے حالانکہ اللہ، جسے کہ وہ گواہ بنا رہا تھا، فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص ساری زمین (الارض) کو قتل وغارت اور لوٹ مار کا اکھاڑہ بنا دے، کھیتیاں اور انسانی نسلیں تباہ کردے، اور زمین کو فساد سے لبریز کردے وہ بلاشُبہ فراعنہ، نماریداور سکندر و دارا اور نپولین سے کہیں بڑا بادشاہ ہی ہوسکتا ہے اور مژدہ باد اے قریشی مذہب کے لوگو کہ وہ شخص عہد رسوؐل کا ایک ایسا شخص تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا بے تکلف تھا جو انہیں اسلام کو ساری دنیا پر مسلط کرنے کی بڑی حیران کن اور پسندیدہ اسکیمیں سمجھایا کرتا تھا۔مگر جسے اللہ نے آنحضرؐت کا سب سے بڑا اور کمینہ اور خطرناک دشمن اور مدمقابل فرمایا تھا اور جو اللہ کو گواہ بنا کر اور قلبی خلوص دکھا کر اپنی پالیسی کو اسلام کے عین مطابق کہتا تھا اور جس کا ذکر اس سے پہلی آیت (بقرہ 2/204) میں ہوچکا ہے۔بہر حال

یہاں علامہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھنا مودودی کی خباثت کو ذرا واضح کردے گا۔ سنئیے:

اس آیت (2/205) کا ترجمہ علامہ رفیع الدین کے قلم سے:

''اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تو کہ فساد کرے بیچ اُس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانداروں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے کو'' (صفحہ 34 ترجمہ قرآن)

(الف) مودودی نے قریش کی طرفداری میں اپنا دین اور دنیا دونوں تباہ کر کے جہنم میں ٹھکانا بنایا ہے۔ قریشی حکومت کو بچانے کی کوشش:

اب قارئین خود مودودی اور قریش کو ملعون کہیں گے۔ اس لئے کہ ابھی آپ نے لفظ ''تَوَلّٰی'' کے معنی ''اقتدار یا حکومت حاصل کرنا'' پڑھے تھے۔ جس کے حساب سے لفظ تَوَلَّیتُم کے معنی ''تم حاکم بن جاؤ گے'' ہونا چاہئیں۔ لیکن چونکہ اللہ قریشی مومنین سے بات کر رہا ہے اور ثابت ہو رہا ہے کہ قریش آنحضرتؐ کے بعد اُن کی حکومت پر قبضہ کرلیں گے اس لئے علامہ غلط مگر وہی ترجمہ کرتے ہیں جس سے انہوں نے لفظ ولی اور ولایۃ سے متعلق الفاظ کو بگاڑا ہے۔ سنئے کہ اللہ قریش سے وہی بات فرماتا ہے جو رسولؐ اللہ نے اُن سے بار بار فرمائی تھی (بخاری)۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ O (محمدؐ 47/22,23)

مودودی ترجمہ:

''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟ یہ لوگ ہیں جن

پر اللہ نے لعنت کی اور اُن کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 27,26)

(ب) یہ حق کا زور ہے کہ مودودی ایسے ملعون سے صحیح معنی لکھوا کر ہم سے باطل کو تباہ کرایا

علامہ مودودی نے و۔ل۔ی کے مادہ سے بننے والے تمام الفاظ وَلَّوْا، وَلّٰی ،تَوَلّٰی ، یَتَوَلّٰی وغیرہ کے معنی ہر جگہ منہ گھمانا، پلٹنا، پھر جانا وغیرہ کئے ہیں۔لیکن اللہ نے اُسے مجبور کیا اور اُس نے مندرجہ بالا آیت (47/22) میں غلط معنی کرنے کے بعد اپنی تشریح میں صحیح معنی بھی لکھ دیئے۔دیکھئے:

''33؎ اصل الفاظ ہیں ''اِنْ تَوَلَّیْتُمْ '' اِن کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

(ج) قریش کو پہلے سے اُن کے مظالم کی اور ملعون ہو جانے کی اطلاع دے دی تھی

مودودی کا اقرار دیکھیں

مودودی حق کے سامنے مجبور ہو گئے ورنہ وہ نہ یہ ترجمہ کرتے اور نہ یہ تشریح لکھتے کہ:

''اس ارشاد کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر اس وقت تم اسلام کی مدافعت سے جی چراتے ہو اور اُس عظیم الشان اصلاحی انقلاب کے لئے جان و مال کی بازی لگانے سے منہ موڑتے ہو جس کی کوشش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہل ایمان کر رہے ہیں، تو اس کا نتیجہ آخر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم پھر (اسلام چھوڑ کر۔احسن) اُسی جاہلیت کے نظام کی طرف پلٹ جاؤ جس میں تم لوگ صدیوں تک ایک دوسرے کے گلے کاٹتے رہے ہو، اپنی اولاد تک کو زندہ دفن کرتے رہے ہو، اور خدا کی زمین کو ظلم و فساد سے بھرتے رہے ہو۔(مودودی نے یہ پہلا مطلب غلط ترجمہ کی رُو سے لکھا ہے۔احسن) دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری

سیرت اور کردار کا حال یہ ہے کہ جس دین پر ایمان لانے کا تم نے اقرار کیا تھا اُس کے لئے تمہارے اندر کوئی اخلاص اور کوئی وفاداری نہیں ہے، اور اُس کی خاطر کوئی قربانی دینے کے لئے تم تیار نہیں ہو، تو اس اخلاقی حالت کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اقتدار عطا کر دے اور دنیا کے معاملات کی باگیں تمہارے ہاتھ میں آ جائیں تو تم سے ظلم و فساد اور برادر کشی کے سوا اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 27,26، حاشیہ 34)

ولایت کے عملی پہلو:

نظامِ ولایت کی تعلیمات اور عملی پہلو سمجھنے کے لئے قرآن سے حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کا قصہ سُننا ضروری ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ مکمل عربی متن قرآن کریم میں ملاحظہ فرمائیں: قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا .... عَلَیۡهِ صَبۡرًاO (18/64-82)

ترجمہ: "موسیٰ نے کہا کہ بہرحال ہمیں جس کی تلاش تھی وہ منزل یوں آ گئی چنانچہ وہ دونوں پھر اپنے نقش قدم پر واپس چلے اور اس چٹان پر پہنچے۔ وہاں ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم کی تعلیم دی تھی۔ موسیٰ نے اس ہمارے بندے سے کہا کہ کیا میں آپ کی اتباع کرتے ہوئے اس کی امید کروں کہ آپ مجھے بھی وہ تعلیم دیں جو آپ کو تعلیم دی گئی ہے رشد و ہدایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ تم میرے ساتھ صبر سے رہ کر ہرگز برداشت نہ کر سکو گے۔ اور تم ایسے معاملات میں کیسے صبر کر سکو گے جن کی آپؐ کو خبر تک نہ ہوئی ہو؟۔ موسیٰ نے کہا کہ انشاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے کہا کہ اچھا اگر تم میری اتباع کرنا ہی چاہتے ہو تو چپ چاپ میرے ساتھ رہنا

اور مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا جب تک میں خود اس کا آپؑ سے ذکر نہ کروں۔ پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب پانی کے سفر کے لئے کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے کشتی میں سوراخ کر دیا موسیٰ نے کہا کہ آپ نے کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ سب کشتی میں سوار لوگوں کو ڈبو کر مار دیں یہ تو آپ نے بڑی سخت اور نقصان والی حرکت کی ہے۔اس بندہ نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ تم سے میری پیروی اور تعلیم پر صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے (عاجزی اور شرمندگی کے عالم میں) کہا کہ جناب مجھے میری بھول پر نہ پکڑیئے اور میرے مقصد اتباع اور تعلیم میں مشکلات پیدا نہ کیجئے۔اس بندہ نے معاف کیا اور پھر دونوں روانہ ہو گئے راستے میں ایک لڑکا ملا تو اس بندہ نے اس بچہ کو قتل کر دیا اس پر موسیٰ نے (گھبرا کر) کہا کہ یہ کیا کیا؟ تم نے ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا حالانکہ اس نے کسی کو قتل نہ کیا تھا؟ کہ بدلے میں قتل کیا جاتا یہ تو تم نے سراسر عالمی حیثیت سے ناپسندیدہ کام کر ڈالا ہے۔ اس نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں دو مرتبہ یہ نہیں کہا کہ میری پیروی اور تعلیم برداشت نہ کر سکے گا؟؟۔موسیٰ نے عرض کیا کہ حضور اگر میں اب ان دو بے صبریوں اور غلطیوں کے بعد آپ سے کوئی بھی سوال کروں تو آپ کو میری طرف سے بھی اختیار اور عذر حاصل ہے کہ مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھیں تو مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ چنانچہ دونوں نے سفر شروع کیا یہاں تک کہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے جہاں انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا تو ان لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا بہرحال اس گاؤں میں ان دونوں نے ایک ایسی دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔اس بندہ خدا نے اس دیوار کو دوبارہ اس کی بنیاد پر کھڑا کر دیا۔موسیٰ نے کہا کہ یہ تو ایسا کام تھا کہ آپ اس پر ان لوگوں سے اجرت لے سکتے

تھے۔اس بندے نے کہا کہ بس اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہوگئی اور اب میں تمہیں ان اعمال کی حقیقت کی پوشیدہ خبر دیتا ہوں جن کو تم اپنی ظاہری شریعت کے خلاف سمجھ کے بے صبری سے اپنے وعدہ کے خلاف بھی معترض ہوئے تھے۔کشتی کی بات یوں ہے کہ وہ کشتی محنت کشوں کی ملکیت تھی جس سے وہ دن رات سمندر میں محنت کر کے اپنی روزی کماتے تھے میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کشتی کو عیب دار کروں تا کہ وہ بادشاہ جو لوگوں کی کشتیوں کو چھین کر غصب کرتا رہتا تھا اور ادھر آنے والا تھا اس کو عیب دار دیکھ کر لے نہ سکے۔اور رہ گیا وہ لڑکا اس کی بابت یہ سمجھ لو کہ اس کے والدین مومن تھے لہٰذا ہمیں یہ یقین فراہم تھا وہ ان کو کفر اور سرکشی میں الجھائے گا اس ڈر سے ہم نے اسے قتل کر دیا۔ہم نے ارادہ کیا تھا کہ ان کے والدین کا رب ان دونوں کے لئے اس کافر و سرکش بچہ سے بہتر لڑکا عطا کرنے کی ابتداء کرے گا جو اپنے ماں باپ کے لئے زیادہ پاکیزہ اور رحیمی کا سلوک کرے گا۔رہ گئی دیوار والی بات تو وہ دیوار اس شہر میں دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے اس کے نیک بخت باپ نے ان دونوں کیلئے خزانہ دبا رکھا تھا۔چنانچہ تیرے پروردگار کا یہ ارادہ ہوا کہ وہ دونوں جوانی کو پہنچیں اور خود اس خزانہ کو نکال لیں یہ سب کام تیرے رب کی رحمت کے ماتحت ہوئے ہیں میں نے ذاتی طور پر نہیں کئے۔یہ تھی ان کاموں کی حقیقت جنہیں دیکھ کر تم سے صبر وضبط نہ ہو سکا اور یوں تم نے میری پیروی اور اپنی تعلیم کو ختم کر دیا۔‘‘(18/64-82)

طوالت کے خوف سے عربی عبارت کا صرف ریفرنس لکھ دیا ہے لیکن آپ کو ترجمہ میں سے گزارا گیا ہے تا کہ آپ ڈھیلے نظام نبوت و شریعت اور انتہائی نظام ولایت کا فرق معلوم کر سکیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ میں اکثر علما الجھتے رہے ہیں۔اور ہمارے

زمانہ کے سب سے بڑے قومی عالم و مجتہد (یعنی مودودی صاحب) تو یہاں تک الجھے کہ انہوں نے لکھ دیا کہ حضرت خضرؑ آدمی نہیں بلکہ ایک فرشتہ تھے اور یہ کہ جو کچھ خضر علیہ السلام نے کیا وہ اللہ کے تکوینی امور میں سے تھا جہاں جائز اور ناجائز اور حق و باطل اور اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں کی جاتی۔ اور علامہ نے اس بیان میں اپنے پوشیدہ عقیدہ جبر و ستم کے ماتحت اللہ کو ظالم و جابر مان لیا ہے۔

اس واقعہ کو سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت و انصاف کو برقرار رکھنے، اور شریعت وطریقت کی بحثوں کو حل کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک نبوت و رسالت و امامت نے جو دینی تعلیم دی تھی اُس کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے نظام ولایت علویہ کا الف شروع ہوگا۔ اور نظام ولایت کی ابتدائی تعلیم یعنی (الف) سے لے کر انتہائی تعلیم یعنی (ی) تک کی بنیاد اور سند وہی تعلیمات رہیں گی جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دی جا چکی تھیں۔ یعنی دین وہی رہے گا اس میں تبدیلی یا کمی زیادتی نہ کی جائے گی۔ ہوگا یہ کہ نظریات کو عملیات کی صورت دیدی جائے گی۔ ساتھ ہی ساتھ کوشش یہ ہوگی کہ تدریجی اصلاح کو بتدریج ختم کر دیا جائے گا اور ان تمام اسباب اور اس تمام سامان کا سدباب کر دیا جائے گا جو انسانی ترقی وارتقاء میں حارج ہوتے ہیں۔ اور اس وقت کو محفوظ کرلیا جائے گا جو اصلاح کے دوران ڈھیل اور غلط کاروں کے ساتھ ساتھ چلنے میں ضائع ہوتا ہے مثلاً:

(الف) شریعت کا طریقہ اور ولایت کا عمل

اب تک یہ ہوتا رہا کہ جس نبیؑ نے جس اُمت کو جہاں پایا وہاں سے اسے اصلاح

کی طرف لے کر بڑھنا شروع کیا اور ہر قدم پر ایسے احکامات دیئے جن پر عمل کرنا سہل ترین ہو اور لوگوں کو بھڑ کنے اور مخالفت کو روکنے یا کم کرنے کے لئے کچھ غلط کاموں کو برداشت کرتا اور رفتہ رفتہ غلطیاں دور کرتا چلا گیا۔ اور جتنی کامیابی ہوئی شکر خدا بجالاتے ہوئے دنیا سے گزر گیا۔ جیسے کہ ہمیں ایک ایسا شخص ملے جس کا پیر مدت ہوئی مڑ کر مڑا رہ گیا اور اب وہ مدت دراز سے مڑے ہوئے پیر سے بدقت چلتا پھرتا ہے۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کے لئے ایک ایسا مڑا ہوا جوتا بنوائیں جو اُس کے پیر سے ذرا سا کم مڑا ہوا ہو۔ یعنی جسے پہن کر اس شخص کو چلنے میں ذرا سی مگر قابل برداشت تکلیف ہو۔ ادھر اس کے پیر کے پٹھوں اور رگوں کی مالش کا تیل تیار کریں جو گم شدہ لچک واپس لائے۔ جب وہ اس نئے جوتے کا عادی ہو جائے تو دوسرا جوتا دیا جائے جو پھر ذرا کم مڑا ہوا ہو یہ عمل اس وقت تک جاری رکھیں جب اس کا پیر قدرتی سدھائی اختیار کرلے ہمیں نامعلوم کتنے جوتے بدلوانا پڑیں گے۔ اس دوران ہم برابر غلط کام کرتے رہے تاکہ ایک دن اس کا پیر سیدھا ہو جائے۔ یہ تدریج اور غلط کام برداشت کرنا وہ طریقہ ہے جسے عربی زبان میں ''شرع یا شریعت'' کہتے ہیں اور اسی اصول کی بنا پر ''شارع عام'' اس طریقہ یا راستہ کو کہا جاتا ہے جس پر ہر شخص کو چلنے کا اختیار ہوتا ہے۔ سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کی تمام عیاشیاں، آسودہ حالیاں برداشت کی جاتی ہیں اس امید پر کہ وہ رفتہ رفتہ اللہ کے واجبات ادا کرتے کرتے لوگوں کے برابر آ جائیں گے۔ برسوں تک شراب اور سود کو برداشت کرنا بھی غلط کام ہے مگر یہ کام کرنا پڑتا ہے کہ ایک دن وہ شرابی اور شراب کے تاجر شاید خود اپنے ہاتھ سے شراب کے مٹکے توڑیں برسوں تک چپ چاپ معاشرہ میں رہنا پڑتا ہے تاکہ یہ ثابت

کیا جائے کہ ان ہی حالات میں رہنے والا ایک انسان کتنی پیاری اور بے عیب و بے خطا زندگی بسر کر سکتا ہے تو باقی لوگ بھی کر سکتے ہیں نظام ولایت ان اسباب کو فنا کر دے گا جو آدمی کو چوری اور گناہ پر مجبور کرتے ہیں یا جو گناہ کا پیش خیمہ بنتے ہیں اگر لوگوں کے پاس دولت نہ ہو تو چوری ناممکن ہے۔ اگر ہر شخص کی ضرورت ضرورت پیدا ہونے سے پہلے پوری ہونے کا انتظام ہے تو ہزاروں گناہ اپنی موت مر جاتے ہیں۔ رہ گیا علامہ اینڈ کمپنی کا یہ کہنا کہ:

(ب) علامہ کا غیر دیانت دارانہ اور معاندانہ بیان:

(1) ''مگر پہلے دونوں کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت سے آج تک تمام شرائع الہیہ میں ثابت رہے ہیں۔ کوئی شریعت بھی کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کی مملوکہ چیز کو خراب کر دے اور کسی متنفس کو بے قصور قتل کر ڈالے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 41-40)

(2) ''خدا کی بھیجی ہوئی شریعتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بنا پر کشتی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالے'' (ایضاً)

(3) ''جو بنیادی اصول قران اور اس سے پہلے کی کتب آسمانی سے ثابت ہیں ان میں کبھی کسی انسان کے لئے یہ گنجائش نہیں رکھی گئی کہ وہ بلا ثبوت جرم کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے'' (ایضاً صفحہ 41)

یہ بیانات دیانت دارانہ انداز میں نہیں بلکہ معاندانہ طریقے سے دیئے گئے ہیں اور ان صورتوں اور حالات کو ان میں نظر انداز کر دیا ہے جو قارئین کو جناب موسیٰ و خضر علیہما السلام کی صحیح پوزیشن سمجھنے میں مدد دیتے۔ آپ انہیں ان بیانات کے جواب میں یہ چند

واقعات سنا دیں پھر ہم اپنی دلیل و حجت پیش کریں گے۔علامہ اینڈ کمپنی کی معتبر ترین تاریخ طبری اور معتبر ترین حدیث کی کتاب بخاری سے سنیئے۔

(ج)صرف افواہوں پرلوگوں کا حفظِ ما تقدم کے لئے قتل کرنا اور کرانا:

(1)''واقعہ یہ ہے کہ بدر کے بعد جب آپؐ نے زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو بشارت فتح بدر دینے کے لئے مدینہ کے بالائی سطح کے باشندوں کے پاس بھیجا اور انہوں نے بدر کا سارا واقعہ بیان کیا کہ فلاں فلاں مشرک قتل کئے گئے۔کعب بن الاشرف کو جو قبیلہ طے کے خاندان بنی نبہان سے تھا اور جس کی ماں بنی نصیر کی تھی۔جب اس واقعہ کی خبر پہنچی اس نے لوگوں سے کہا کیا تم اس بیان کو سچ سمجھتے ہو؟ جیسا کہ یہ دونوں بیان کر رہے ہیں کہ محمدؐ نے فلاں فلاں اشخاص کو جو عرب کے اشراف اور رؤسا تھے قتل کر دیا ہے؟ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو اب زندگی سے موت بہتر ہے۔چنانچہ جب اس دشمن خدا کو اس خبر کا یقین آ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے چل کر مکہ آیا اور مطلب بن ابی وداعہ بن ضمیرۃ السہمی کے پاس مہمان ٹھہرا عاتکہ بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبدالشمّس اس کی بیوی تھی اس نے اسے بڑی عزت اور اکرام سے اپنے ہاں ٹھیرایا اس نے رسولؐ اللہ صلعم کے خلاف لوگوں کو جوش دلانا شروع کیا اور اشعار سناتا تھا اور مقتولین بدر پر نوحہ کرتا تھا۔پھر یہ مدینہ آ گیا اور یہاں اس نے ام الفضل بنت الحارث پر عاشقانہ شعر لکھے اس کے بعد اس نے کسی اور مسلمان عورت کی تعریف میں عاشقانہ شعر کہے جس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی۔اس پر رسولؐ اللہ نے صحابہ سے کہا''کون ہے جو اس کا خاتمہ کر دے''محمدؐ بن مسلمہ نے کہا اے رسولؐ اللہ میں اس کا کفیل ہوتا ہوں۔میں اسے قتل کر دوں گا۔آپ نے فرمایا اچھا اگر ہو سکے تو اسے قتل

کردینا‘‘(طبری ترجمہ جلد سیرۃ النبی صفحہ 212-211)

قارئین صرف اتنا نوٹ کرلیں کہ الزام کی صورت محض افواہوں پر منحصر ہے اوران الزامات کوعلامہ کے عدالتی معیار پر ثابت بھی کردیا جاتا تو بھی ان کی سزا قتل نہیں ہے۔مگرتاریخ نے مسلسل بتایا ہے کہ کعب بن الاشرف کودھوکے سے قتل کرانے کے لئے محمد بن مسلمہ ، سلکان بن سلامہ ،حارث بن اوس ،ابوعبس بن جبر اور ابونائلہ سلکا بن سلامہ متعین کئے گئے(ایضاً صفحہ 213)اور یہ کہ :

(2)’’ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول ؐاللہ اس جماعت کی مشایعت کے لئے بقیع الغرقد تک تشریف لے گئے ۔ وہاں آپؐ نے ان کو رخصت کیا اورکہا کہ ’’اللہ کا نام لے کر جاؤ اورفرمایا کہ اے اللہ ان کی اعانت کر‘‘(صفحہ 214)اور مسلسل لکھا ہے کہ اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ۔ وہ اپنی دلہن کے پاس رات کو تنہائی میں بالاخانے میں آرام کررہا تھا۔اسے دھوکہ سے بلایا گیا اور محفوظ جگہ میں لاکرسب نے اس نہتے شخص پرتلواریں برسا کر اسے قتل کردیا۔(صفحہ 215)اوروا پس رسول ؐاللہ کے پاس آئے اور یہ کہ :

(3)’’آپ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ہم نے سلام کیا۔آپ ہمارے پاس نکل کرآئے ۔ہم نے آپ کو دشمن خدا کے قتل کی اطلاع دی‘‘(ایضاً صفحہ 215)۔ اور یہ کہ :

(4)’’صبح ہوئی تمام یہودی اس واقعہ سے خوفزدہ ہوگئے کوئی ایسا نہ تھا جسے اب اپنی جان کا اندیشہ نہ ہو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ جس یہودی پر قابو پاؤ قتل کردو۔محیصہ بن مسعود نے یہودی سوداگر ابن سنینہ کو اچانک حملہ کرکے قتل کردیا‘‘(ایضاً صفحہ 215)

علامہ سے پوچھئے کہ کیا تمام یہودی قوم کے قتل پر اثبات جرم قتل ہو چکا تھا؟ کیا ہر یہودی نے کسی بے گناہ کو قتل کر رکھا تھا؟ اور جرم کون سی عدالت میں اور کون سی شریعت کی رو سے ثابت ہوا تھا؟ پھر علامہ کو ایک ہمہ گیر شریعت وطریقت وولایت کی کتاب کی سیکڑوں آیات میں سے ایک آیت سنا دو۔ فرمایا ہے کہ:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ

''تمام مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرلو اور جہاں جہاں موقعہ ملے ان کی گھات میں لگے ہو'' (سورہ توبہ 9/5)

علامہ سے پوچھئے کہ قران کی اس آیت میں اثبات جرم کی شرط کیوں نہیں ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ ہر ہر مشرک واجب القتل اس بنا پر ہو کہ اس نے کسی بے گناہ کو قتل کیا تھا۔ اس لئے انہیں قتل کر دینا واجب ہوا ہے؟ یقین کیجئے اگر ہم آیات دکھانا شروع کریں تو توریت اور قران سے ایک انبار لگا سکتے ہیں۔ فی الحال آگے بڑھیئے اور علامہ کی قومی تاریخ وحدیث دیکھیئے۔

(5) ''جنگ احد کے قبل قبیلہ اوس نے کعب بن الاشرف کو رسولؐ اللہ کی دشمنی اور انؐ کے خلاف ترغیب وتحریص کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ اب خزرج نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے لئے جو خیبر میں مقیم تھا آپؐ سے اجازت مانگی اور آپؐ نے ان کو اس کی اجازت دے دی'' (ایضا طبری صفحہ 218) اگلے صفحے پر ان آٹھ آدمیوں کے نام لکھے ہیں جو اس ایک آدمی کے قتل کے لئے رسولؐ اللہ نے روانہ کئے تھے۔ بہرحال کارنامہ سنیئے۔

(6) ''یہ جماعت مدینہ سے چل کر خیبر آئی اور رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر گئی اس کے محل میں جتنے حجرے تھے ان سب کے دروازے یہ اپنے پیچھے بند کرتے چلے گئے۔ وہ

اپنے ایک کوٹھے پر تھا...... یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ اندر جا کر ہم نے اس کے حجرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا اس طرح ہم ،وہ اوراس کی بیوی سب بند ہوگئے ۔ہم ابن ابی الحقیق پر تلواریں لے کر لپکے۔وہ اپنے بستر میں لیٹا ہوا تھا۔بخدارات کی تاریکی میں صرف اس کے گورے رنگ نے ، جو معلوم ہوتا تھا کہ مصری چمکدار ململ پڑی ہوئی ہے۔ہمیں اس کا پتہ دیا۔کئی تلواریں اس پر ماریں عبداللہ بن انیس نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار بھونک دی اس پر اپنا تمام بوجھ ڈال دیا جس سے وہ آر پار ہوگئی ابورافع کہہ رہا تھا مجھے مارڈالا مجھے مارڈالا۔اس کا کام ختم کر کے ہم وہاں سے نکلے'' (ایضاً صفحہ 220-219)

اس ابن ابی الحقیق کے قتل کو دوسری طرح یوں لکھا گیا کہ :

''عبداللہ بن عتیک نے اس کے پاس جانے کی اجازت چاہی ۔اس کی بیوی نے کہا کہ یہ عبداللہ بن عتیک کی آواز ہے ۔ابن ابی الحقیق نے کہا کیا کہتی ہو وہ تو یثرب (مدینہ) میں ہے اس وقت یہاں کہاں ۔دروازہ کھول دو ایسے وقت میں کسی شریف کے در سے سائل کو رد نہیں کیا کرتے ۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا ۔ میں اورعبداللہ بن عتیک اندر آئے ......اندھیرے کمرے میں میری نظر اس کے نہایت ہی گورے رنگ پر گئی جب اس نے مجھے تلوار لئے ہوئے دیکھا تو تکیہ اٹھایا اوراس سے وہ اپنا بچاؤ کرنے لگا۔میں اس پر وار کرنے لگا مگر موقع نہ ملا اس لئے میں نے تلوار اس کے جسم میں بھونک دی اور زخمی کر دیا پھر میں نے عبداللہ بن عتیک سے آ کر کہا کہ تم جا کر اس کا کام تمام کر دو انہوں نے اس کے پاس جا کر اس کا خاتمہ کر دیا'' (ایضاً صفحہ 222-221)

قارئین مقتولوں کی اس بے بسی، تنہائی اور قومی شرافت کو مدنظر رکھیں ادھر ان صحابہ

کو دیکھیں جو تعمیل حکم میں کتنی بے رحمی سے خالی ہاتھ ایسے لوگوں کو قتل کرتے رہے جن پر قتل کی نہ فرد جرم لگی ہے نہ جرم کا ارتکاب کیا ہے نہ قتل کرنے کا ثبوت فراہم ہوا ہے۔ پھر ان کی بیویاں بیوہ ہوئیں ان کے بچے یتیم ہوئے۔ لیکن حضرت خضرؑ نے جس لڑکے کو قتل کیا وہ قتل کئے جانے میں ان تین چار مثالوں کے برابر تھا۔ مگر نقصان میں کم تھا اس لئے کہ نہ کوئی یتیم ہوا نہ کوئی بیوہ ہوئی۔ پھر یہ سوچئے کہ جنگ بدر واحد وخندق وخیبر وغیرہ میں آنے والی افواج کا ہر سپاہی واجب القتل نہ تھا۔ ان میں سے کسی نے نہ کسی بے گناہ کو قتل کیا تھا کہ ان کا قتل جائز ہوتا۔ نہ کسی کے خلاف علامہ کے معیار پر قتل کا حق اور ثبوت فراہم تھا۔ اور نہ مسلمانوں کو یہ معلوم تھا کہ عوام سپاہیوں میں سے کون کون قتل کا حقدار ہے۔ مطلب یہ کہ چند لیڈروں کے سوا باقی تمام سپاہی بے قصور ہوتے ہیں۔ نوکر یا مزدور یا خادم ہوتے ہیں جنگ و جہاد میں سب کا قتل کون سے قانون سے واجب ہو جاتا ہے؟ علامہ کو بتاؤ کہ اللہ اور رسولؐ اور امام علیہم السلام انسانوں کے تحفظ میں ہر ایسے انسان یا حیوان کو قتل کرنے کے مجاز رہتے چلے آئے ہیں جس سے انسانوں کو صرف نقصان پہنچے۔ جس کی نسل میں بھی کوئی مفید انسان یا حیوان پیدا ہونے والا نہ ہو۔ آپ سانپ کے بچوں کو بلا تکلف مار ڈالتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ متصور نہیں ہے۔ البتہ تجربات کے لئے سانپوں کو محفوظ جگہ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جنگ و جہاد میں ایک بھی ایسا آدمی قتل نہ ہونا چاہئے جس کی نسل میں کوئی مومن پیدا ہونا ممکن ہو۔ یہی سبب ہے کہ جہاد معصومؑ کی زیر قیادت ہونا لازم ہے ورنہ نوع انسان پر عام فوج کشی حرام ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اسلام کی سربراہی کا حق محض معصومؑ کو دیتے ہیں۔ اور ہم ایسے بچوں۔ جوانوں۔ بوڑھوں، عورتوں اور حیوانوں کو جڑ بنیاد

سے ختم کر دینا جائز سمجھتے ہیں جو محض نقصان ہی نقصان کرنے والے ہوں اور یہی دلیل ہے اجتماعی عذاب کی جس میں نوع انسان کی کثیر تعداد کو ہلاک و برباد کر دیا جاتا ہے۔ ننھے ننھے معصوم بچوں کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ پیٹ کے اندر حمل کی فکر نہیں ہوتی۔ سب کو ایک طرف سے موت کے گھاٹ اتار دینا واجب ہے مگر ایسے فیصلوں کے لئے علامہ، مفتی، مجتہد اور صحابہ موزوں نہیں بلکہ اللہ اور معصومؑ درکار ہے جن کی نظر کے روبرو کائنات کی تمام موجودات مستحضر ہوتی ہیں۔ جن سے وہ دونوں نوع انسان کو استفادہ کراتے ہیں۔ رہ گئے حضرت خضرؑ کے اعمال وہ مع دلیل ترجمہ میں دیکھ لیں۔ انہوں نے تینوں کام انسانوں کی بھلائی اور ترقی کے لئے کئے تھے اور ثابت ہے کہ ان کا علم کائنات کے حاضر و غائب پر حاوی تھا اور ان کا ہر فعل اور ہر تصور اور ہر بات اللہ کی رضا کے ساتھ بندھی ہوئی تھی اور یہی تقاضا ہے عالمؑ و علمِ لدنّی کا۔

علامہ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے یہ سفر حضرت خضرؑ سے ملاقات کے لئے کرایا تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ نے اس علم کو سیکھنے کی درخواست کی تھی۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ علم انبیاءؑ اور عام انسانوں کے لئے مفید، قابل عمل اور دین کے بنیادی اصولوں کے مطابق تھا۔ لہٰذا علامہ نے غلط کہا کہ حضرت خضرؑ آدمی نہیں بلکہ ایک فرشتہ تھے۔ آدمیت اور علمیت کا تقاضا تو یہی تھا کہ انہیں آدمی سمجھتے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آیات 4/75 اور 17/80 میں آئے ہوئے جملوں کو بغور دیکھیں۔ فرمایا ہے:

1) مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا .2) مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا .3) مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَصِیۡرًا.

یہاں علامہ کو حضرت خضرؑ والی آیت عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا (18/65) کے اصول پر

ترجمہ یوں کرنا چاہئے تھا یعنی:

1) اپنا ایک خاص حاکم (2) اپنا ایک خاص ناصر (3) اپنا ایک خاص نصرت کرنے والا سلطان''لیکن یہ الفاظ''ایک خاص علم''حضرت خضرؑ کے ساتھ اس لئے بڑھائے ہیں کہ ان کے علم کو انبیاءؑ وآئمہؑ سے مختلف اور مخصوص کر کے رد کر دیا جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی شان میں جو کچھ بیان ہوا۔ اس میں نہ تو ان کو **رحمۃً للعالمین** کہا گیا نہ نذیر للعالمین فرمایا گیا نہ اوّل العابدین اور اوّل المسلمین قرار دیا گیا نہ (**نذیر من النذر الاولیٰ**) سب سے اوّلین نذیروں میں کا ایک نذیر بتایا گیا۔

نہ انہیں غیبی باتیں بتانے میں سخی فرمایا گیا۔ نہ یہ کہا گیا کہ انہیں وہ سب کچھ سکھا دیا گیا تھا جو وہ نہ جانتے تھے یعنی ان سے ہمہ قسمی جہالت کی نفی اور ہمہ گیر علم کا عالم نہیں کہا گیا۔ نہ یہ کہا کہ ان کی منشاء بعینہ منشائے خداوندی ہوتی ہے۔ نہ یہ فرمایا کہ ان کی ہر بات وحی خداوندی ہوتی ہے اس کے باوجود یہ کہا گیا کہ ان کا ارادہ اللہ کا ارادہ تھا۔ اور یہ کہ انہیں قبل از وقت معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہوگا۔ اور یہ کہ غاصب بادشاہ کشتی نہ لے سکے گا اور یہ کہ مقتول بچہ ظالم و کافر و سرکش ہوگا۔ اور یہ کہ اس کے عیوض بہترین بچہ ملنا ہے۔ اور یہ کہ دیوار کے نیچے خزانہ دفن ہے۔ اب سوچئے کہ وہ حضراتؐ جو مقصد تخلیق کائنات ہوں۔ جن کے لئے حضرت خضرؑ اور تمام انبیاءؑ پیدا کئے گئے ہوں ان کا مقام کیا ہونا چاہئے؟ علامہ مودودی کے ذخیرہ احادیث میں جو کچھ ہے وہ علامہ کی نظر سے اوجھل رہا ہے لیکن ہم بتاتے ہیں کہ صحیح ریکارڈ میں یہ ثابت ہے کہ حضرت خضرؑ ایک نبی تھے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں اور ان سب کے نبیؐ و رسولؐ ہیں اور وہ سب آپؐ کی

امت میں داخل ہیں۔اور آپؐ کے جانشین حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاءؑ کی قیادت فرمائیں گے۔اور انبیاءؑ ان کے پیچھے نماز پڑھا کریں گے۔جن میں حضرت خضرؑ بھی داخل ہیں۔لہٰذا یہ یاد رکھیں کہ جناب خضر علیہ السلام نسل آدمؑ سے انسان تھے۔ان کو فرشتہ کہنا ایک فریب ہے۔جو دین سے لاعلمی کا ثبوت ہے۔ان کے حالات میں ہمارے یہاں احادیث معصومین علیہم السلام کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ علما نے یہ نہ چاہا کہ حدیث اور قرآن کی زبان امت کی گرفت میں آئے۔

حج کا مقصد اور ولایت سے تعلق:

قارئین جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں تمام فروعات ولایت کے گرد گھومتی ہیں۔ حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے(1) نماز (2)روزہ(3)زکوٰۃ(4)حج(5)ولایتؐ، ولایتؐ ان چاروں سے افضل اور ان کی کنجی ہے"۔یعنی اگر نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ میں سے ولایتؐ کو نکال دیا جائے تو ان چاروں کے مقاصد،فوائد و نتائج مقفل اور نا قابل حصول ہو جائیں گے"(کافی کتاب الایمان والکفر۔ باب دعائم الاسلام،جلد3،حدیث نمبر5،صفحہ 36،الکمرئی)

ولایتؐ ہی مکمل دین ہے۔تمام انبیاؑ ولایتِ علوّیہ کو قائم کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے

حدیث کی معتبر ترین کتاب اصول کافی، **کتاب الحجۃ** کے **باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ** میں بانوے احادیث ولاؑیت کی پوزیشن بیان کرتی ہیں۔ ہر حدیث میں امام معصومؑ کسی آیت کی تفسیر کر کے مقامِ ولایت پر بیان دیتے ہیں۔ہم اُن بانوے احادیث میں سے چند احادیث کا خلاصہ حدیث کا نمبر اور مذکورہ سورہ اور آیت کا نمبر

لکھتے ہیں سنیئے:۔

(1) صحفِ ابراہیمؑ اور موسٰیؑ کی کتابوں کی تعلیم کا لُبِّ لُباب ولاؔیت کی تنفیذ تھا۔
(حدیث نمبر 30۔آیت 87/18-19)

(2) رسولؐ اللہ جو کچھ لائے اس کا خلاصہ ولایتؐ ہے۔ (حدیث 6۔آیت 5/66)

(3) وہ دینِ حنیف جس پر رسولؐ اللہ کو اپنی تمام تر توجہات مرکوز رکھنے کا حکم ملا تھا وہ ولاؔیت تھی۔(حدیث 35۔آیت 30/30)

(4) رسوؔل اللہ جس حق کو نافذ کرنے کیلئے مبعوث ہوئے وہ ولاؔیت تھی۔
(حدیث 59۔آیت 4/168-170)

(5) جس رنگ کو اللہ کا رنگ فرمایا وہ ولاؔیت ہے۔(حدیث 53۔آیت 2/138)

(6) هُوَالَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ۔ قَالَ هُوَالَّذِىٓ أَمَرَ رَسُوۡلَه بِالۡوَلَايَةِ لِوَصِيِّهٖ وَالۡوَلَايَةِ هِىَ دِيۡنُ الۡحَقِّ (حدیث 91۔آیت 48/28)

''اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسوؔل کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔امامؑ نے فرمایا کہ ولاؔیت ہی دینِ حق ہے اور اللہ نے رسوؔل کو اپنے وصی کی ولاؔیت قائم کرنے کا حکم دیا تھا۔''

یہاں ہم حج کا ولایت سے تعلق واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔قارئین قرآن سے آیات ملاحظہ فرمائیں۔

1) وَإِذۡ بَوَّأۡنَا لِإِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ أَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِO (22/26)

1) ''اور جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس ہدایت کے ساتھ خانہ کعبہ کو مخصوص کر دیا کہ تم

میرے دین میں کسی بھی چیز کو شریک نہ کرو گے اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے ہمیشہ لیڈروں کے عمل دخل سے پاک صاف رکھنا'' (احسن التعبیر ترجمہ وتشریح سورہ الحج)

2) ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ O(22/29)

2) ''پھر حج کے دوران نہانے کی ممانعت ہے جو میل کچیل جمع ہو گیا ہوا سے دور کریں اور جس نے جو منت ونذر مانی ہو اس کو پورا کر دیں اور اس قدیم گھر پر قربان ہونے کے لئے اس کا طواف کریں'' (احسن التعبیر ترجمہ وتشریح سورہ الحج)

قارئین غور فرمائیں کہ حج کے ارکان میں سے ایک فرض اور واجب رکن خانہ کعبہ کا طواف بھی ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حج میں خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا واجب ہے اور اس کے بغیر فریضہ حج پورا نہیں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کعبہ کے گرد طواف کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مرکز کی اہمیت عملاً بتانے کے لئے طواف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ یہ نوٹ کریں کہ ان کی زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات ووسائل مرکز کے چاروں طرف گھومتے رہنا چاہئیں۔ وہ کہیں بھی ہوں انہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری تمام جدوجہد اور کوششیں مرکز کے تحفظ پر قربان ہو جانے کے لئے ہیں۔ اسی جذبہ کو عملاً بیدار کرنے کے لئے حج کے دوران انہیں مرکز پر نثار ہو جانے کی تعلیم دی گئی ہے اور ان پتھروں کا طواف کرا کے ان کا امتحان لیا گیا ہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیں:

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ .... مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ o (22/28-32)

ترجمہ: ''اوران فائدوں سے استفادہ کریں جو یہاں آنے والوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں اور مقرر شدہ اور مشہور و معلوم دنوں میں ان پالتو جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں پھر خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاجوں وفقیروں کو بھی کھلائیں۔ اور پھر حج کے دوران نہانے کی ممانعت سے جو میل کچیل جمع ہو گیا ہوا سے دور کریں اور جس نے جو منت ونذر مانی ہو اس کو پورا کر دیں اور اس قدیم گھر پر قربان ہونے کے لئے اس کا طواف کریں۔ وہی تعمیر وتعین کعبہ کا مقصد تھا۔ اور جو کوئی اللہ کی قائم کی ہوئی حرمتوں کا احترام کرے تو یہ احترام کرنا اس کے پروردگار کے نزدیک اس کے لئے اختیارات بڑھانے والا ہے اور تمہارے مویشی جانور تمام حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کی تفصیل تلاوت کر کے سنائی جا رہی ہے۔ چنانچہ سرمایہ داروں اور اجارہ داری کی ناپا کی سے بچ کر رہو اور جبر واستحصال کے فرمانات سے بھی پرہیز کرو۔ تمام مادی سہاروں سے منہ موڑ کر اور تمام لیڈروں کے نظام سے جدا ہو کر اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ اور جو کوئی دین میں کسی لیڈر وغیرہ کو شریک مانے تو وہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی آسمان سے گرا دیا جائے اور اُسے پرندے اُچک لے جائیں یا یہ کہ ہوائیں اسے ایسی جگہ پھینک دیں گی جہاں اُس کے چیتھڑے اُڑ جائیں۔ اور جو شخص ان چیزوں کی عظمت واحترام کرتا ہے جن سے خدا کا شعور حاصل ہوتا ہے (شعائر) تو یہ احترام کا جذبہ ایسے لوگوں کی ذمہ داری اور پرہیز گاری کا ثبوت ہے''

(احسن التعبیر ترجمہ وتشریح سورہ حج)

ان آیات (22/28-32) میں جن عالمی وآفاقی فوائد اور مقاصد کا ذکر ہوا ہے۔ وہ امت مسلمہ کو کبھی بھی حاصل نہ ہو سکے۔ رہ گیا عام میلوں اور نمائشوں کی طرح کے عارضی فوائد وہ

البتہ دیگر مذاہب عالم اور دیگر غیر مسلم اقوام کی طرح مسلمانوں کو بھی حاصل ہوتے رہے ہیں ۔ مسلمانوں کو حج کرتے ہوئے چودہ سو سال گزر چکے ہیں ۔ ہر سال حاجیوں کی تعداد بڑھتی چلی آئی ہے اور مسلمانوں کے لئے نام نہاد کافروں اور بے دین دانشوروں نے جہاں زندگی کے ہر ہر شعبہ میں سہولتیں فراہم کردی ہیں وہاں انہیں نہایت تیز رفتار ہوائی جہاز ایجاد کر کے دے دیئے ہیں ۔ لیکن اس مرکزی مقام یعنی کعبہ سے وابستگی اور حج وقربانی نے ہر روز مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنے ، انہیں بدترین انسان بنانے ، اور دین اسلام سے دور کرنے میں بڑی مدد دی ہے ۔ جس طرح دنیا میں مولوی ایک بڑی اثر انگیز گالی ہے ۔ اسی طرح کسی کو حاجی کہنا بھی ہزاروں عیوب اور مذمتوں کا نمائندہ ماننا ہے ۔ جب نماز روزہ اور دیگر عبادات نے مسلمانوں کو تباہ کیا تو حج انہیں کیوں نظر انداز کرتا ؟ یہ عبادتیں اللہ کی امانت تھیں ان میں خیانت اللہ کی خیانت ہے ۔ مسلمانوں نے عبادتوں کی کنجی سے اپنا تعلق منقطع کرلیا ۔ ان وسائل کو فنا کرنے کی کوشش کی جن کی برکتوں سے یہ عبادتیں بار آور ہوتیں ۔ جس ذریعہ سے خدا کے یہاں مقبول ہوتیں اور پلٹ کر ان کی شیرازہ بندی کرتیں انہیں فلاح و بہبود اور ارتقاء کی راہ پر چلاتیں ۔ انہوں نے عبادتوں کے مالکوں کا مال چُرا کر چاہا کہ اس طرح بھی انہیں وہ فوائد حاصل ہوں جو قرآن نے بیان کئے ہیں لیکن یہ عبادتیں زندہ ، جیتی جاگتی چیزیں تھیں انہوں نے ان کے ساتھ چوروں جیسا سلوک کیا اور تباہی کے غار میں لاگرایا ۔ یہ باتیں ان احادیث سے سمجھنے کی کوشش کریں ۔

عَن الفضیل عن ابی جعفر علیه السلام قال: نظر اِلیَ الناس یطوفون حول الکعبة فقال : ھٰکذا کانو ایطوفون فی الجاھلیة !! اِنَّماَ اُمروا اَنْ یطوفوابِھاَ ثُمَّ ینفرو اِلَینا،

فَیعَلمون ولایتھم و مودّتھم و یعرضوا عَلَیْنَا نصرتھم ، ثُمَّ قَرَأ ھٰذہ الایة " واجعل افئدة من الناس تھوی اِلَیھِمْ (ابراھیم 14/37)(کافی کتاب الحجۃ باب 49)

امام محمد باقر علیہ السلام کے متعلق جناب فضیل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضورؑ نے ان لوگوں پر نظر ڈالی جو خانہ کعبہ کا طواف کرر ہے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی اسی طرح طواف کیا کرتے تھے۔ اسلام نے یہ اصول مقرر کیا تھا کہ حج سے فراغت کے بعد تمام حاجیوں کو ہم سے آ کر ملنا واجب تھا۔ اور ہمیں حاکم و والی ماننے کی حیثیت سے اپنی پوزیشن، مالی حیثیت اور کارکردگی ہمارے سامنے پیش کرنا تھی اور ہماری حکومت کے استحکام میں اپنی پوری بضاعت و خدمات ہمارے سپرد کرنا تھی۔ اس فرمانے کے بعد یہ آیت پڑھی کہ ''یا اللہ لوگوں کے دل ودماغ اور توجہات کو میری آلؑ کی طرف جھکائے رکھنا'' اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ:

2) ''جب امام محمد باقر علیہ السلام نے مکہ میں لوگوں کو اور ان کے حج سے متعلق کاموں کو دیکھا تو فرمایا کہ ''حج کے یہ تمام کام یہ لوگ دوران جاہلیت بھی کیا کرتے تھے۔ مگر خدا کی قسم اسی قدر کافی نہیں ہے انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ حج کو انجام دیں، اپنی نذر پوری کریں پھر ہمارے پاس حاضر ہوں اور ہماری رعایا ہونے اور اپنی پوری بضاعت و وفاداری سپرد کرنے کا اعلان کریں'' (ایضاً دوسری حدیث)

3) اور جناب سدیر نے بتایا کہ جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے اور میں باہر نکل رہا تھا کہ حضورؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کعبہ کے برابر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے سدیر ان لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ آ کر ان پتھروں کا طواف کریں اور اس کے بعد

ہمارے پاس حاضر ہوں ہماری حکومت کا اقرار کریں ۔ اللہ کا حکم یہ تھا کہ ''حقیقتاً میں ان لوگوں کے لئے بہت بخشش کرنے والا ہوں جو توبہ کریں اور خود کو سپرد کردیں اور بہترین خدمت انجام دیں اور یوں ہدایت یافتہ بن جائیں'' (طٰہٰ 20/82) یہ آیت پڑھ کر اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ''یعنی ہماری ولایت وحکومت کی طرف ہدایت پا جائیں'' (ایضاً حدیث نمبر 3)

ان احادیث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جن لوگوں نے آنحضرتؐ کے بعد بلا فصل آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کو نہ مانا ان کی تمام عبادتیں ایام جاہلیت کی عبادتیں ہیں جو اسلام میں قبول اور نتیجہ خیز نہیں ہوتیں ۔ اس لئے کہ مقصد یہ تھا کہ تمام نوع انسان نبوتؐ وولایتؑ سے وابستہ رہے ۔ مرکز میں ہر شخص کی علمی و مالی بضاعت معلوم ہو اور یہاں آکر جانے والوں کو ان کے یہاں کی غریب رعایا کی مدد پر تعینات کیا جائے ساری دنیا میں تمام مسلمان اور غیر مسلم اقوام مرکزی انتظام و پروگرام کے مطابق ترقی کریں ساری دنیا میں کسی ضرورت مند کو ضرورتمند نہ رہنے دیا جائے غربت ومحتاجی کو روئے زمین سے ختم کردیا جائے فضائیں، ہوائیں، زمین وآسمان، چرند وپرند اور درندے تمام مل کر نوع انسان سے تعاون کریں ۔ کہیں تصادم، حادثات اور تضیع اوقات سے پالا نہ پڑے ۔ لیکن عرب کے چند اقتدار پرستوں نے اپنی ہَوس جاہ کے لئے پوری امت مسلمہ کو بھینٹ چڑھا دیا ۔

قرآن میں نازل شدہ لفظ ''ولی'' کے معنی مترجمین کی نظر میں:

قارئین کرام دو باتیں خاص طور پر یاد رکھیں:

1 ۔ پہلی بات یہ کہ عربی زبان کی وسعت یہ ہے کہ اس میں ہر تصور کے لئے مستقل لفظ موجود

ہے۔ یہاں یہ احتیاج نہیں کہ ایک ہی لفظ کو مختلف جگہوں پر استعمال کر کے کام چلایا جائے۔ قیامت تک آنے والے انسان جو کچھ کہنا چاہیں گے انہیں کہنے سے پہلے ہی موزوں ترین الفاظ عربی زبان میں بنے بنائے موجود ملیں گے۔ جو لوگ ان الفاظ سے ناواقف ہوتے ہیں یا عربی زبان کے استقلال کو تباہ کرنا چاہتے ہیں وہی لوگ ایک لفظ کو کئی معنوں میں بولتے ہیں اس لئے کہ ان کو ان دوسرے معنی کے لئے عربی زبان کا لفظ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ یا پھر چالاک وشاطر و بددیانت مترجمین ومفسرین کے مذموم مقاصد شامل ہوتے ہیں۔ جس میں حضرت علیؑ واولادِ علیؑ کے خلاف بُغض وعناد بھی ہوسکتا ہے۔ اپنے بزرگوں کو قرآن کی مذمت اور مار سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔ ذاتی وملکی قومی وملکی مصلحتیں بھی ہوسکتی ہیں یا پھر اپنے اختیار کردہ مذہب ومسلک کو قرآنی الفاظ کا سہارا دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

2۔ دوسری یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ جس مصدر یا مادّہ کے جو معنی روز اوّل سے تجویز کئے گئے ہیں وہ معنی اس مصدر سے بننے والے ہر ہر لفظ میں برقرار رہتے ہیں۔ اس لئے مادّہ ''و۔ل۔ی'' سے بننے والے ہر لفظ میں حکومت و حاکم وحکمرانی کا تصور ہر حالت میں برقرار رہے گا۔ ڈکشنریوں میں مختلف ومتضاد معنی رائج کرنے اور بعض خوش کُن بہانوں سے قرآنی الفاظ کے معنی بدلنے کی راہ نکالنا ابلیسی فریب ہے۔

اب ہم اپنے قارئین کو مادہ ''و۔ل۔ی'' سے بننے اور قرآن میں مختلف مقامات پر نازل ہونے والے الفاظ کی فہرست دکھاتے ہیں۔ اس جدوّل سے مترجمین کی نام نہاد صداقت اور حقانیت مزید تبصرہ کئے بغیر خود بخود سامنے آجائے گی۔

نمبر شمار	سورہ	آیات	لفظ	ڈاکٹر سید محمد احسن زیدی	شاہ رفیع الدین	ابوالاعلیٰ مودودی	احمد رضا خان بریلوی	طاہر القادری
1	4	89	فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ **أَوْلِيَاءَ**	حاکم وسرپرست	دوست	دوست	دوست	دوست
2	4	139	الْكَافِرِينَ **أَوْلِيَاءَ** مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ	ہمدرد حاکم	دوست	رفیق	دوست	دوست
3	7	3	وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ **أَوْلِيَاءَ**	ہمدرد حاکموں یا اولیاً	دوستوں	سرپرستوں	حاکموں	دوستوں
4	11	20	وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ **أَوْلِيَاءَ**	سرپرست اور حاکم	دوست	حامی	حمایتی	مددگار
5	13	16	مِنْ دُونِهِ **أَوْلِيَاءَ** لَا يَمْلِكُونَ	اپنی ولایت	کارساز	کارساز	حمایتی	کارساز
6	17	97	تَجِدَ لَهُمْ **أَوْلِيَاءَ** مِنْ دُونِهِ	ہمدرد حاکم	دوست	حامی وناصر	حمایت والے	مددگار
7	8	34	وَمَا كَانُوا **أَوْلِيَاءَهُ**	والی، متولی یا حاکم	والی	متولی	اس کے اہل نہیں	ولی (یا متولی)
8	8	72	وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ **أَوْلِيَاءُ** بَعْضٍ	ہمدرد حاکم	دوست	ولی	وارث	حقیقی دوست
9	8	73	وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ **أَوْلِيَاءُ** بَعْضٍ	ولایت	دوست دار	حمایت	وارث	مددگار
10	41	31	نَحْنُ **أَوْلِيَاؤُكُمْ** فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ	حکومتِ الٰہیہ	دوست	ساتھ ہیں	دوست	دوست اور مددگار
11	37	174	**فَتَوَلَّ** عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ	ولایت	منہ پھیر لے	چھوڑ دو	منہ پھیر لو	ہٹا لیجئے
12	51	54	**فَتَوَلَّ** عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ	ولایت	منہ پھیر لے	رخ پھیر لو	منہ پھیر لو	التفات ہٹالیں
13	7	93	**فَتَوَلَّىٰ** عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ	ولایت خداوندی	پھیرا	نکل گیا	منہ پھیرا	کنارہ کش
14	51	39	**فَتَوَلَّىٰ** بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ	ولایت وحکومت	پھر گیا	اکڑ گیا	پھر گیا	روگردانی کی
15	3	150	بَلِ اللَّهُ **مَوْلَاكُمْ** وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ	حاکم	کارساز	تمہارا حامی ومددگار	تمہارا مولا	تمھارا مولیٰ
16	57	15	مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ **مَوْلَاكُمْ** وَبِئْسَ الْمَصِيرُ	ہمدرد حاکم ومولیٰ	رفیق	خبر گیری کرنے والی	رفیق	مولا
17	66	2	وَاللَّهُ **مَوْلَاكُمْ** وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ	ہمدرد ترین حاکم	دوست	مولی	مولیٰ	مددگار وکارساز

نمبر شمار	سورہ	آیات	لفظ	ڈاکٹر سید محمد احسن زیدی	شاہ رفیع الدین	ابوالاعلیٰ مودودی	احمد رضا خان بریلوی	طاہر القادری
18	44	41	يَوْمَ لَا يُغْنِي **مَوْلًى**	ولی	دوست	عزیز قریب	دوست	دوست
19	2	148	وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ **مُوَلِّيهَا**	محبوب حاکم	پھیرتا ہے	طرف وہ مڑتا ہے	اسی طرف	اسی کی طرف
20	48	16	وَإِنْ **تَتَوَلَّوْا** كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ	ولایت سازی	پھر جاؤ	منہ موڑ گئے	پھر جاؤ گے	روگردانی کرو
21	60	13	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا **تَتَوَلَّوْا** قَوْمًا	ولایت	دوستی کرو	دوست	دوستی	دوستی
22	27	28	ثُمَّ **تَوَلَّ** عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ	اپنی ولایت	پھر آ	ہٹ کر	ہٹ کر	ہٹ آ
23	2	205	وَإِذَا **تَوَلَّىٰ** سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ	حاکم	حاکم	اقتدار حاصل ہو جاتا ہے	پیٹھ پھیرے	پھر جاتا ہے
24	4	115	الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا **تَوَلَّىٰ** وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ	ولایت وحکومت	متوجہ ہوا	جدھر وہ خود پھر گیا	اس کے حال پر چھوڑ دیں گے	پھر گیا ہے
25	28	24	فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ **تَوَلَّىٰ** إِلَى الظِّلِّ	اپنی ولایت	پھر پھر گیا	جا بیٹھا	طرف پھر اعراض کی	طرف پلٹ گئے
26	3	32	فَإِنْ **تَوَلَّوْا** فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ	اپنی ولایت	پھر جاوے	تمھاری یہ دعوت قبول نہ کریں	منہ پھیریں	روگردانی کریں
27	3	64	فَإِنْ **تَوَلَّوْا** فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ	مرکز اور ولایت	پھر جاوے	منہ موڑیں	نہ مانیں	روگردانی کریں
28	8	20	أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا **تَوَلَّوْا** عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ	ولایت	مت پھرو	سرتابی نہ کرو	نہ پھرو	روگردانی
29	8	40	وَإِنْ **تَوَلَّوْا** فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ	ولایت	پھر جاویں	نہ مانیں	پھریں	روگردانی
30	9	92	**تَوَلَّوْا** وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ	ولایت	پھر گئے	واپس	واپس	لوٹے
31	2	64	ثُمَّ **تَوَلَّيْتُمْ** مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ	خود ساختہ ولایت	پھر پھر گئے	پھر گئے	پھر گئے	روگردانی کی
32	5	92	فَإِنْ **تَوَلَّيْتُمْ** فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا	ولایت	پھر جاؤ	حکم عدولی	پھر جاؤ	روگردانی کی
33	47	22	فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ **تَوَلَّيْتُمْ** أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ	اپنی ولایت وحکومت	والی	الٹے منہ پھر گئے	حکومت	حکومت
34	21	57	وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ **تُوَلُّوا** مُدْبِرِينَ	اپنی ولایت	پھر جاؤ	غیر موجودگی	پھر جاؤ	پھیر کر
35	8	15	إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا **تُوَلُّوهُمُ** الْأَدْبَارَ	ولایت	مت پھرو	نہ پھیرو	نہ دو	مت دکھانا
36	40	33	يَوْمَ **تُوَلُّونَ** مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ	ولایت	پھر جاؤ گے	بھاگے بھاگے پھروگے	دے کر بھاگو گے	پھیر کر بھاگو گے

نمبر شمار	سورہ	آیات	لفظ	ڈاکٹر سید محمد احسن زیدی	شاہ رفیع الدین	ابو اعلیٰ مودودی	احمد رضا خان بریلوی	طاہر القادری
37	8	72	مَا لَكُمْ مِنْ **وَلَايَتِهِمْ** مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا	ولایت وحکومت	کارسازی	ولایت	ترکہ کچھ نہیں پہنچتا	دوستی
38	19	45	فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ **وَلِيًّا**	حاکم وولی	دوست	ساتھی	رفیق	ساتھی
39	12	101	أَنْتَ **وَلِيِّي** فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ	ہمدرد حاکم	دوست	سرپرست	کام بنانے والا	کارساز
40	2	107	وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ **وَلِيٍّ** وَلَا نَصِيرٍ	ہمدرد حاکم	دوست	خبر گیری کرنے والی	حمایتی	دوست
41	2	120	مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ **وَلِيٍّ** وَلَا نَصِيرٍ	حقیقی حاکم	دوست	دوست	بچانے والا	دوست
42	29	22	وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ **وَلِيٍّ** وَلَا نَصِيرٍ	سربراہ	دوست	سرپرست	کام بنانے والا	دوست
43	42	44	وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ **وَلِيٍّ** مِنْ بَعْدِهِ	ہمدرد حاکم	دوست	سنبھالنے والا	رفیق	کارساز
44	2	282	أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ **وَلِيُّهُ** بِالْعَدْلِ	ولی	والی	اس کا ولی	اس کا ولی	اس کے کارندے کو
45	3	122	إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ **وَلِيُّهُمَا**	حاکمیت	دوست دار	مدد	سنبھالنے والا	مددگار
46	5	55	إِنَّمَا **وَلِيُّكُمُ** اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا	سرپرست وہمدرد حاکم	دوست	رفیق	دوست	دوست
47	28	31	فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ **وَلَّىٰ** مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ	اپنی ولایت	پھر چلا	پھیر کر بھاگا	پھیر کر چلا	پھیر کر چل پڑے
48	31	7	وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا **وَلَّىٰ** مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا	اپنی ولایت	پیٹھ پھیر	رخ پھیر لیتا	پھرے	منہ پھیر لیتا ہے
49	46	29	فَلَمَّا قُضِيَ **وَلَّوْا** إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ	قومی ولایت	پھر گئے	پلٹے	پلٹے	واپس گئے
50	80	1	عَبَسَ **وَتَوَلَّىٰ**	حکومتِ الٰہیہ	منہ موڑا	بے رخی برتی	منہ پھیرا	رخ (انور) موڑ لیا
51	54	45	سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ **وَيُوَلُّونَ** الدُّبُرَ	ولایت	پھیر لیویں	پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے	پھیر دیں	پھیر کر بھاگ جائیں
52	5	56	وَمَنْ **يَتَوَلَّ** اللَّهَ وَرَسُولَهُ	سرپرست وہمدرد حاکم	دوست	رفیق	دوست	دوست
53	48	17	وَمَنْ **يَتَوَلَّ** يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا	ولایت	پھر جاوے	منہ پھیرے	پھر جائے	منہ پھیرے
54	7	196	نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ **يَتَوَلَّى** الصَّالِحِينَ	حکومت میں اپنا ولی	دوستی	حمایت	دوست	نصرت وولایت
55	24	47	ثُمَّ **يَتَوَلَّىٰ** فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ	حقیقی اطاعت	پھر پھر جاتا ہے	منہ موڑ جاتا	پھر جاتے ہیں	روگردانی کرتا
56	3	111	لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ **يُوَلُّوكُمُ** الْأَدْبَارَ	اپنی ولایت	پھیر دیں	دکھائیں گے	پھیر جائیں	پھیر جائیں